تہذیب

مالک بن نبی کے سماجی افکار کی روشنی میں

بدران بن لاسین

THE SOCIO-INTELLECTUAL FOUNDATIONS OF
MALEK BENNABI'S APPROACH
to CIVILIZATION

IIIT Books-In-Brief Series

تہذیب
مالک بن نبی کے سماجی افکار کی روشنی میں

مصنف

بدران بن لاسین

تلخیص: الیسن لیک

مترجم

ڈاکٹر فہیم الدین احمد

اِنسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز، نئی دہلی ۲۵

© IIIT, 1444 AH / 2023 CE
IIIT, P.O. Box 669, Herndon, VA 20172, USA • www.iiit.org
P.O. Box 126, Richmond, Surrey TW9 2UD, UK • www.iiituk.com

اس کتاب کے حقوق محفوظ ہیں۔قانونی ضوابط اور متعلقہ اجتماعی لائسنس معاہدوں کی دفعات کے تحت اس کتاب کے کسی حصے کو ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر دوبارہ شائع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

ISBN: 978-93-80946-45-0

کتاب میں پیش کیے گئے خیالات کا ناشر کے خیالات سے ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں ہے۔کوئی تیسرا شخص کتاب کو ویب سائٹ یا کسی اور ذریعے سے عام کرتا ہے،تو اس کے مصدرِ اصلی کے مطابق ہونے کی ذمہ داری ناشر کی نہیں ہے۔

تہذیب: مالک بن نبی کے سماجی افکار کی روشنی میں

(اردو)

Tahzeeb: Malik Binnabi Ke Samaji Afkar Ki Roushni Men

بدران بن لاسین

مترجم: ڈاکٹر فہیم الدین احمد

اصل کتاب The Socio-Intellectual Foundations of MALEK BENNABI'S APROACH to CIVILIZATION کا ترجمہ

آئی آئی آئی ٹی کی مختصر کتابوں کا سلسلہ

اصل انگریزی کتاب آئی آئی آئی ٹی سے ۲۰۱۳ میں شائع ہوئی۔

ہندستان میں انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز،نئی دہلی سے پہلے اردو ترجمے کا سالِ اشاعت ۲۰۲۳

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز

162، جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی-110025

email: ios.newdelhi@gmail.com / www.iosworld.org

تقسیم کار

الاتحاد پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

B-35، نظام الدین (ویسٹ)، نئی دہلی-110013

Tel.: +91-11-41827475, 24352732, 24352048

email: alittehad@gmail.com

قیمت: -/Rs.50

فہرست

آئی آئی آئی ٹی مختصر کتب کا سلسلہ ۵

پیش لفظ ۷

تمہید ۹

باب اول- تہذیب: تصورات اور طرز ہائے فکر ۱۳

باب دوم- تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرزِ فکر کے اہم گوشے ۱۷

باب سوم- تہذیب کی پیش رفت کے متعلق بن نبی کی تعبیرات ۲۱

باب چہارم- تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرزِ فکر کی بنیادیں: داخلی سماجی پہلو ۲۹

باب پنجم- تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرزِ فکر کی بنیادیں: خارجی سماجی پہلو ۳۳

باب ششم- تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرزِ فکر کی بنیادیں: داخلی فکری پہلو ۳۷

باب ہفتم- تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرزِ فکر کی بنیادیں: خارجی فکری پہلو ۴۱

❖❖❖

آئی آئی آئی ٹی مختصر کتب کا سلسلہ

انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ کی مختصر کتابوں کا یہ سلسلہ ادارے کی اہم اشاعتوں کا ایک قابل قدر مجموعہ ہے، جنھیں خلاصے کی شکل میں اس لیے تحریر کیا گیا ہے کہ قارئین کو اصل کتاب کے اہم مضامین کے بارے میں بنیادی واقفیت ہو جائے۔ مختصر، پڑھنے میں آسان اور وقت کو بچانے والی یہ اجمالی تحریریں دراصل بڑی بڑی کتابوں کے انتہائی موزوں اور احتیاط سے تحریر کردہ خلاصے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتابچے قارئین کو اصل کتاب کے مطالعے پر ابھاریں گے۔

The Socio-Intellectual Foundations of Malek Bennabi's Approach to Civilization (تہذیب: مالک بن نبی کے سماجی افکار کی روشنی میں) اپنی مکمل شکل میں ۲۰۱۱ میں شائع ہوئی۔ سیموئیل ہنٹگٹن کے مقالے ''تہذیبوں کا تصادم'' کی پہلی بار اشاعت کے بعد عالمی سطح کے مباحث میں تہذیب کے متعلق غور وفکر اور اختلافات رائے کا دوبارہ آغاز ہوا۔ معروف الجزائری مفکر اور عظیم مسلم دانش ور مالک بن نبی (۱۹۰۵-۱۹۷۳) نے مسلمانوں کے زوال اور مغربی تہذیب وثقافت کی کام یابی کے اسباب کا پتہ لگانے کی وقیع کوشش کی۔ ان کے مطابق اصل مسئلہ قرآن یا اسلامی عقیدے کا نہیں، بلکہ خود مسلمانوں کا ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے ماورائے نظریہ سازی طریقۂ کار کا استعمال کرتے ہوئے تہذیب سے متعلق بن نبی کے طرزِ فکر اور ان کے اخذ کردہ بنیادی اصولوں پر تحقیق کی۔ اس دوران انھوں نے بن نبی کے نظریے کے شاید ایک اور منفرد عنصر پر بھی روشنی ڈالی۔ وہ یہ کہ تہذیبیں داخلی وخارجی اور سماجی وفکری عوامل پر روبہ عمل رہتی ہیں اور یہ کہ خود تہذیب کے لیے بھی ایک مساوات تشکیل دی جاسکتی ہے۔ یہ مساوات انسان + زمین + وقت = تہذیب ہے۔ بن نبی کے مطابق اس میں مذہب سب سے اہم عنصر ہے۔ مصنف نے اس مساوات کی وضاحت کی ہے اور مسلمانوں کے

زوال کو بدلنے کے حوالے سے اس کی اہمیت کا جائزہ لیا ہے۔ سب سے واضح بات جو سامنے آئی وہ یہ ہے کہ بن نبی کے نزدیک کسی بھی تہذیبی عمل کی اصل مرکزی قوت انسان ہے اور اس کے بغیر دوسرے دو عناصر بے کار ہیں۔

نتیجے کے طور پر بن نبی کی یہ قطعی رائے ہے کہ جب تک مسلمان اپنی اخلاقی و روحانی حالت نہیں تبدیل کرتے، وہ سماج میں کوئی دوررس اور معنی خیز تبدیلی نہیں لا سکتے۔ یہی بات قرآن کی اس آیت میں کہی گئی ہے کہ: ''اللہ کبھی اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو نہیں بدلتی۔'' (۱۱:۱۳)

بدران بن لاسین کی درج ذیل اصل کتاب کا مختصر ایڈیشن

The Socio-Intellectual Foundations of MALEK BENNABI'S APPROACH to CIVILIZATION

ISBN hbk: 978-1-56564-368-0

ISBN pbk: 978-1-56564-367-3

2011

پیش لفظ

یورپ کے صنعتی انقلاب نے زندگی کے ہر گوشے کو متأثر کیا۔ اس سے فرد بھی متأثر ہوا اور معاشرہ بھی۔ ایک طرف نئے نئے مسائل سامنے آئے تو دوسری طرف انسانی زندگی مشینی زندگی میں تبدیل ہوگئی۔ عام انسان کے پاس اتنا وقت بھی نہیں بچا کہ وہ اپنے گردوپیش پر نظر ڈالے اور پیش آمدہ مسائل پر غور وفکر کرے۔ لیکن اس صورت حال کے نتیجے میں جدید مسائل کے انبار پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ روز بہ روز ایک نیا مسئلہ سر اٹھاتا اور اہل علم کو دعوتِ فکر وتحقیق دیتا رہا۔ الحمدللہ اہل علم نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا۔ نئے مسائل کو فکر اسلامی کے تناظر میں حل کرنے کی شاندار کوششیں کیں اور بڑے اہم موضوعات پر چھوٹی چھوٹی کتابوں کی شکل میں علمی وفکری مواد پیش کیا۔ گویا دریا کو کوزے میں سمودیا۔ تاکہ ہر صاحبِ علم کے لیے ان سے استفادہ آسان ہو جائے۔

زیر نظر کتابچہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ اس میں عہد حاضر کے ایک سلگتے ہوئے موضوع پر بڑے علمی وفکری انداز میں قلم اٹھایا گیا ہے۔ موضوع کے تمام علمی گوشوں کا احاطہ کرتے ہوئے مصنف نے پوری مضبوطی کے ساتھ اپنا نقطۂ نظر پیش کر دیا ہے۔ تاکہ موضوع کی اہمیت واضح ہو، اس کے مختلف گوشے سامنے آئیں اور عصری تناظر میں اس کو فکر وتحقیق کا موضوع بنانے کی راہ ہموار ہو۔

ہمیں امید ہے کہ مختصر کتابوں کا یہ پورا سلسلہ وقت کے بہت سے اہم موضوعات پر علمی وتحقیقی مطالعے کی راہ ہموار کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔

ڈاکٹر محمد منظور عالم

چیئر مین

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز، نئی دہلی

تمہید

یہ کتاب معروف الجزائری مفکر اور عظیم مسلم دانش ور مالک بن نبی (۱۹۰۵-۱۹۷۳) کی علمی کاوشوں پر مرکوز ہے اور ان کے طریقۂ کار و فلسفے سے متعلق نئی بصیرتوں سے روشناس کراتی ہے۔ بن نبی کی تحقیقات نے مسلمانوں کے زوال اور مغربی تہذیب و ثقافت کی کام یابی کے اسباب سے پردہ اٹھایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مسئلہ قرآن یا اسلامی عقیدے کا نہیں بلکہ خود مسلمانوں کا ہے۔ استعماریت کے اثرات اور تہذیب کے اندر کارفرما عوامل کی ایک حقیقی تصویر، ان مسائل کو حل کرسکتی ہے اور ایک نئی مسلم نشأۃ ثانیہ کا آغاز ہوسکتا ہے۔

اس کتاب میں تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرز فکر اور ماورائے نظریہ سازی طریقۂ کار کا استعمال کرکے ان کے اخذ کردہ اصولوں کی تحقیق کی گئی ہے۔ تہذیب اور اس کی اساسی ساخت کے تجزیے کے متعلق بن نبی کے بین العلومی طرز کو واضح کرنے کے لیے دستیاب تحریری سرمایے کے علاوہ دیگر امور کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔ یہ کتاب بن نبی کے اس نظریے کی وضاحت کرتی ہے، جس کے مطابق تہذیب کی پیش رفت میں داخلی و خارجی اور سماجی وفکری عوامل کارفرما ہوتے ہیں اور خود تہذیب کے لیے ایک مساوات تشکیل دی جاسکتی ہے۔

بن نبی کے مطابق انسان + زمین + وقت = تہذیب کی اس مساوات میں مذہب سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے اور مسلمانوں کے زوال کو ختم کرنے میں بھی اسی کی اہمیت ہے۔ بن نبی کے نزدیک کسی بھی تہذیبی عمل میں انسان مرکزی حیثیت کا حامل ہے اور اس کے بغیر دیگر دو عوامل کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

بن نبی کا یہ ایقان ہے کہ سماج یا تہذیب میں کام یاب انقلاب کے لیے پہلے مسلمانوں کو اپنی اخلاقی و روحانی حالت میں تبدیلی لانی ضروری ہے اور یہی بات قرآن کی آیت ۱۳:۱۱ میں کہی گئی ہے کہ ''اللہ کبھی اس قوم کی حالت کو تبدیل نہیں کرتا جو خود اپنے آپ کو نہیں بدلتی۔''

علمی حلقوں میں تہذیب اور عالمی انقلاب کا مطالعہ ایک اہم عنصر کے طور پر سامنے آتا

رہا ہے۔ متعدد محققین نے بڑی بڑی تہذیبوں کے کارناموں کا جائزہ لیا ہے۔ بن نبی عالم اسلام میں ابن خلدون کے بعد پہلے مسلم سماجی فلسفی اور سماجی سائنس دان ہیں جنھوں نے ان آفاقی قوانین اور بنیادی اصولوں کو جاننے کی کوشش کی جو معاشروں اور تہذیبوں میں کارفرما ہوتے ہیں اور تاریخ میں ان کی قسمت طے کرتے ہیں۔ مسلم تہذیب کے زوال پر وہ بہت فکر مند تھے اور اسی فکر نے انھیں اس کے اسباب کا تجزیہ اور حل تلاش کرنے کے لیے مجبور کیا۔ معیشت، سیاست اور نظریے کے درمیان کسی تذبذب میں پڑنے کے بجائے انھوں نے تہذیب کی نشو ونما کے لیے افکار ونظریات کے کردار پر زور دیا۔

بن نبی نے اسلام اور سماجی علوم کے گہرے فہم کی مدد سے انسانی معاشروں کی کارکردگی اور تہذیب و ثقافت کی حرکیات کا آفاقی تناظر میں مطالعہ کیا۔ انھوں نے معاشرتی مسائل کو تہذیب کے دائرۂ کار کے اندر ہی حل کرنے کی کوشش کی، جو سماجی و تاریخی مظاہر کے مطالعے کے لیے ایک قابل فہم اکائی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ''تمام انسانوں کے مسائل کی اصل بنیاد ان کی تہذیب ہے''۔

بن نبی کا فلسفہ دراصل تعبیر وتوضیح کا ایک مربوط نظام ہے، جس کی بنیاد اسلام کے گہرے فہم پر ہے۔ تہذیب اور تاریخ عالم میں اس کے سفر کے متعلق ان کا طرزِ فکر مسلم تہذیب کے مسئلے کی تشخیص میں مدد کرتا ہے اور ان کے اصل اسباب اور حل کی وضاحت کرتا ہے۔ سماجی، سماجیاتی اور فلسفیانہ نقطۂ نظر کے ساتھ ان کی سائنسی تربیت کے باعث ان میں یورپی تہذیب کے تجزیے، حقیقی افکار کی تخلیق اور امت مسلمہ کی خوبیوں اور کمزوریوں کا تجزیہ کرنے کی قابلیت پیدا ہوگئی تھی۔

تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرز فکر پر اثر انداز ہونے والے مختلف عوامل کی نشان دہی زیرنظر مطالعے کا بنیادی مقصد ہے۔ اس میں ان کے وسائل، طریقۂ کار، تصورات اور نظریات پر غور وفکر کیا گیا اور ان کے طرزِ عمل اور طرزِ فکر کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ عصری تہذیبوں اور سماجی زندگی پر ان کے نتائج کو سمجھنا اور فیصلہ سازوں کے لیے ایک تہذیبی سانچہ فراہم کرنا، اس تحقیق کا اصل ہدف ہے۔

بن نبی کا ماورائے نظریہ سازی طرز ان فکری کوششوں کا عکاس ہے، جو تجزیے کے ایک جامع طریقے کی مدد سے مسلم تہذیب کی پس ماندگی کو دور کرنے اور اسے دوبارہ فعال بنانے کے لیے انیسویں صدی کے اوائل سے جاری ہیں۔ یہ بین العلومی طرز، تاریخ اور سماجی علوم کے متعلق ابن خلدون کے فلسفے اور ان کے ورثے سے اخذ کیا گیا ہے۔ عالم اسلام اور دیگر تہذیبوں میں پائے جانے والے مختلف فروعی شکوک وشبہات کی تشخیص کے لیے یہ نقطۂ نظر نہایت ضروری ہے۔

تہذیب کے متعلق بن نبی کے تصور کی بہتر تفہیم کے لیے ہم نے جارج رٹزر (George Ritzer) کے ماورائے نظریہ سازی طرز کا استعمال کیا ہے، جو سماجیاتی نظریے کی اساسی ساخت کا ایک منظّم مطالعہ ہے۔ یہ اسلام کے فکری وثقافتی سانچے سے زیادہ بہتر مطابقت رکھتا ہے، جو بن نبی کے افکار کی نشو ونما کا بنیادی دائرہ ہے۔ مصنف نے ماورائے نظریہ سازی کی پہلی قسم کا استعمال کیا ہے۔ زیر نظر تحقیق کا مقصد ماورائے نظریہ سازی کی ذیلی قسم کے چار پہلوؤں کے ذریعے بن نبی کے نظریۂ تہذیب کا بہتر فہم حاصل کرنا ہے۔

ماورائے نظریہ سازی طرز میں موجود نظریے کا گہرا فہم حاصل کرنے کے لیے دستیاب نظریے کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس کا داخلی سماجی پہلو میدانِ تحقیق کے اندرون پر نظر ڈالتا ہے اور ادراکی عوامل کے بجائے سماجی عوامل پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے۔ دوسری جانب بیرونی سماجی پہلو ایک بڑی سطح کو منتقل ہوجاتا ہے، تاکہ وسیع معاشرے اور نظریہ سازی پر اس کے اثرات کا جائزہ لیا جائے اور اس دوران اس کا زور نظریہ سازی کے عمل اور مختلف اداروں کے درمیان تعلقات پر ہوتا ہے۔ بن نبی کے یہاں یہ پہلو بیرونی سماجی عوامل اور ان کے طرزِ فکر کی تشکیل وارتقا کے درمیان تعلق پر مرکوز ہوجاتا ہے۔

داخلی فکری پہلو ایسے فکری یا ادراکی امور پر مرکوز ہوتا ہے، جو روایتی طور پر تہذیب کے مطالعے کے داخلی امور ہوتے ہیں۔ اس میں اہم ادراکی نمونوں، مکاتب فکر، بنیادی نمونوں کی تبدیلیوں کی نشان دہی اور ماورائے نظریہ سازی وسائل کی تیاری کی کوششیں شامل ہیں۔ بیرونی فکری پہلو دیگر علمی میدانوں کی جانب اپنی توجہ موڑ لیتا ہے، تاکہ تہذیب کے مطالعے کے لیے افکار، وسائل، تصورات اور نظریات حاصل کیے جائیں۔ بن نبی کے ہاں ان پہلوؤں میں قرآن

کے اثرات، عالم اسلام کے مذہبی افکار، فلسفہ، نفسیات اور طبیعی علوم کے علاوہ تہذیبی مطالعات کے میدان کے باہر ہونے والی دیگر فکری سرگرمیاں اور اس کے دو غالب نمونے شامل ہیں۔

ماورائے نظریہ سازی طرز موجودہ نظریات کو سمجھنے، ان کا جائزہ لینے، ان پر تنقید کرنے اور انھیں بہتر بنانے کے لیے منظّم طریقہ ہائے کار فراہم کرتا ہے۔ ماورائے نظریہ سازی کے ماہرین مختلف سماجیاتی نظریات کا تفصیلی اور بالعموم تقابلی مطالعہ کرتے ہیں۔ ماورائے نظریہ سازی طرز موجودہ نظریات کے نہایت موزوں جائزے اور تنقیدی تجزیے کے قابل بناتا ہے۔

زیر نظر مطالعے کے تقابلی طریقۂ کار میں ماورائے نظریہ سازی نمونے کا استعمال کیا گیا ہے، تاکہ تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرزِ فکر کو سمجھا جائے اور ابن خلدون و دیگر مفکرین کے طرزِ فکر سے ان کے طرز کا تقابل کیا جائے۔ اس تحقیق میں تاریخی تجزیے، تقابلی تجزیے اور موادی تجزیے کو یک جا کر کے ایک مرکب طریقۂ کار کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس تقابل کے ذریعے مصنف نے بن نبی اور دیگر مفکرین کے طرزِ فکر کے درمیان پائے جانے والے اختلافات اور مماثلتوں کی نشان دہی کرنے اور انھیں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ موادی تجزیے کا طریقہ بن نبی کے تصورات، مفروضات اور ان کے اظہار خیالات کو سمجھنے کے شرائط سے بحث کرتا ہے، ان کے طرزِ فکر کے بنیادی ڈھانچے کو سامنے لاتا ہے اور ان کے مختلف تصورات کو ایک نظام کی حیثیت میں دیکھتا ہے، تاکہ ماورائے نظریہ سازی طرز کی بنیاد پر ان کا گہرا فہم حاصل کیا جاسکے۔ اس میں پیچیدہ سماجی دنیا پر غور و فکر کرنے والے وسائل اور محدود و وسیع سلسلے کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔

بن نبی کے سانچے اور تہذیب کے متعلق ان کے طرزِ فکر کے تجزیے کے لیے اہم مآخذ خود بن نبی کی کتابیں ہیں۔ ان مآخذ میں ان کی تمام کتابوں پر مشتمل کتاب **مشکلات الحضارة** (تہذیب کے مسائل) کے علاوہ سماجیات و اس کی مختلف شاخوں جیسے فلسفۂ تاریخ، بشریات، تاریخ اور دیگر سماجی علوم پر ان کی متفرق تحریریں شامل ہیں۔ مصنف نے دیگر کتابوں کو ثانوی مآخذ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

باب اول

تہذیب: تصورات اور طرز ہائے فکر

تہذیب کے نظریے اور اس کی تحقیق کے لیے ایک بین العلومی طرز زیادہ مفید ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں تہذیبی مظہر کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ہوتا ہے۔ جب ہم تہذیب کے تصور کے آغاز وارتقا کی تحقیق کرتے ہیں اور تاریخ میں اس سے متعلق امور تک رسائی کی کوشش کرتے ہیں تو یہی بین العلومی طرز تہذیبی مطالعے کے غالب نمونوں اور مختلف مکاتب فکر کی نشان دہی میں مدد کرتا ہے۔

مختلف تہذیبوں کی متنوع ثقافتی ولسانی روایات میں تہذیب کے تصور نے کس طرح فروغ پایا، اس کا تعین بہت مشکل ہے۔ بالخصوص مغربی و مسلم روایات میں یہ اور بھی دقت طلب ہے۔ اس کے علاوہ تہذیب کے مختلف میدانوں کی جو تعریفات ہیں، ان میں پایا جانے والا اختلاف بھی ایک مسئلہ ہے۔ اکثر محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تہذیبیں دراصل وسیع تر ثقافتی اکائیاں ہیں۔ تہذیب کو تاریخ اور مختلف ادوار کے دوران ارتقا کے تناظر میں دیکھنے والے ہنٹگٹن (Huntington) نے بھی تہذیب کی مرکزی خصوصیت یعنی مذہب کو تہذیب کے ساتھ مربوط کیا ہے، جیسا کہ ابن خلدون، ٹائن بی (Toynbee)، بن نبی اور دیگر تہذیبی مفکرین نے کیا ہے۔

اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے قبائلی معاشرے میں سماجی تعلقات کی بنیادوں کو تبدیل کر کے اس کو افکار پر مبنی شہری اسلامی ثقافت میں بدل دیا تھا، جس نے مختلف سماجی طبقات اور نسلی گروہوں کو متحد کر دیا تھا۔ ایک نئے معاشرے اور تہذیب کے بانی کی حیثیت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ شہری ترقی کو ایک خانہ بدوش اور قبائلی ثقافت کی جگہ لینا چاہیے۔ آپ کا شہر مدینہ اس تہذیبی تبدیلی کا مرکز تھا۔

مسلم ثقافتی روایات میں تہذیب کی اصطلاح چودہویں صدی کے دوران پہلی بار ابن خلدون

کی تحریروں میں سامنے آئی۔ انھوں نے مغربی اصطلاح 'سیویلائزیشن' کے بالمقابل 'حضارۃ'، 'عمران' اور 'علم العمران' (تہذیب کا علم) کی اصطلاحات پیش کیں۔ ابن خلدون کے خیال میں جہاں بھی انسان مل جل کر رہتے ہیں، تہذیب وہاں کی ایک لازمی حالت ہوتی ہے۔ ابن خلدون کے تصور کے مطابق انسانی ارتقا کے سفر میں تہذیب ایک حرکیاتی کردار کی حامل رہی ہے۔

مسلم مفکروں میں تہذیب کے تصور کا دل چسپ ارتقا انیسویں صدی کے دوران احیائے اسلام کی تحریک اور جدید یورپ کے ساتھ اولین تصادم کے دوران ہوا۔ عرب دنیا کے علمی وفکری حلقوں میں 'حضارۃ' کا تصور عام ہوگیا اور بن نبی وہ اولین مفکر قرار پائے، جنھوں نے اسے 'تہذیب (سیویلائزیشن)' کے مفہوم میں استعمال کیا۔ عالم اسلام کی دیگر زبانوں میں اس کے لیے 'مدنیت' یا اس کے مشتقات استعمال ہونے لگے۔

مسلم اور مغربی دونوں نقاط نظر میں تہذیب کے بنیادی عناصر یعنی شہری رہائش، نظم و تنظیم اور قیام پذیر زندگی پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ تہذیب کے لیے مختص مختلف لسانی الفاظ اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ تہذیب میں شہری معاشرہ، کسی نہ کسی شکل کی حکومت، خواندگی کی کوئی صورت، انسانوں میں اپنے ماحول اور زندگی کو تبدیل کرنے کی صلاحیت، مخصوص افعال اور معاشرتی تعلقات کے ایک نظام کے ساتھ ساتھ عقائد، خدا یا کسی عظیم ہستی کا تصور شامل ہیں۔

تہذیب کی کلیدی خصوصیات پر وسیع اتفاق رائے کے باوجود نقطۂ نظر، طریقۂ کار، مرکز توجہ اور تصورات میں کئی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ فلسفہ، تاریخ اور سماجی علوم کے غالب نمونوں اور بشریات وسماجیات کے ذیلی نمونوں کے اندر مختلف طرز ہائے فکر پائے جاتے ہیں۔ یہ پیش کش عمومی طور پر تہذیب کے مسئلے کو اور بالخصوص بن نبی کے تصور کو سمجھنے کے لیے ایک سانچہ مہیا کرتی ہے۔

تاریخ کا فلسفہ دراصل مختلف واقعات کی عقلی توجیہ کی ایک سعی کے طور پر فروغ پایا۔ اگر تاریخ ماضی کے افعال، واقعات اور حالات کے پہلے مرحلے کا مطالعہ ہے تو فلسفۂ تاریخ دوسرے مرحلے کا مطالعہ ہے، یعنی ان عنوانات کے مطالعے کا ادراک۔ اس کو ایک مابعد مطالعہ کہہ سکتے ہیں، جو راست طور پر واقعات، افعال اور حالات سے بحث نہیں کرتا۔ اس کے بجائے یہ بالواسطہ مطالعہ ماضی کے متعلق سوالات کی تشریح اور توضیح چاہتا ہے۔ تاریخ کے فلسفی تاریخی عمل

کے جامع نظریات پر غور کرتے ہیں۔

مؤرخین ماضی کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ معاشرہ کیوں تبدیل ہوتا ہے؟ تاریخ میں مختلف کرداروں اور مشیت الٰہی کا کیا کردار ہوتا ہے؟ تاریخی تبدیلیوں کے آفاقی طرز کیا ہیں؟ بعض مکاتب فکر تاریخی عمل میں خدائی مشیت کی موجودگی پر زور دیتے ہیں، جب کہ بعض مکاتب فکر افراد کے کردار یا معاشی و دیگر غیر شخصی قوتوں کے کردار کو اہم سمجھتے ہیں۔ افلاطون، ہرڈر، ہیگل اور دیگر کئی یورپی مفکرین تاریخ کے بارے میں ایک ترقی پذیر طرزِ فکر کے ساتھ وقت اور تاریخ کے متعلق یہودی و عیسائی نظریات کو خط مستقیم میں پیش رفت کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، جسے وہ تاریخی ادوار کے کلاسیکی تصور سے مربوط کرتے ہیں۔

جن لوگوں نے وحدت کا سانچہ فراہم کرنے والی اور عمومی طور پر تسلیم کردہ تصوراتی اسکیم کو قبول کیے بغیر دنیا کی تاریخ لکھنے کی کوشش کی، انھوں نے تین طرز اختیار کیے ہیں: پہلا ثقافتوں یا تہذیبوں کے تسلسل (ترتیب) کا نمونہ، جس میں تمام ثقافتیں (تہذیبیں) ایک ہی ارتقائی نمونے کی پابند ہوتی ہیں۔ دوسرا تدریجی ارتقا کا نمونہ اور تیسرا متنوع افراد کی سادہ متوازی تاریخوں کا نمونہ۔ تسلسل کا نمونہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ نمونہ ہے، جو ابن خلدون جیسے عظیم تہذیبی مفکروں کی تحریروں میں سامنے آیا۔

فلسفہ تاریخ کے روایتی نمونوں اور تہذیب کے متعلق اس کے مختلف طرز ہائے فکر کے مقابلے میں سماجی علوم کا نمونہ ابھی نوزائیدہ ہے۔ علم بشریات وہ پہلا سماجی علم ہے، جس نے انسانی تہذیب اور ثقافت کے مطالعے کو موضوع بنایا ہے۔ علم بشریات کی روایت کے مطابق تہذیب دراصل ثقافت کی اعلیٰ ترین حالت اور وسیع تر ثقافتی شناخت ہے۔

ماہرین سماجیات تاریخ پر ایک دوسرے زاویے سے نظر ڈالتے ہیں۔ تاریخی سماجیات کا بنیادی مقصد تبدیلی کے طے شدہ طریقۂ عمل کے ارتقائی نمونوں کی تشکیل نہیں ہے۔ یہ تاریخی واقعات، تاریخی حقائق یا اداروں کے سماجی پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے تاریخ پر اپنی توجہ مرکوز کرتی ہے۔ اس پس منظر میں ایک وسیع مظہر اور ترقی کے ایک طویل مدتی وارتقائی عمل کی حیثیت سے تہذیب کا تعلق کلی سماجیات سے ہوتا ہے۔ مؤرخین اور تاریخ کے فلسفیوں کی طرح ماہرین کلی سماجیات کا بھی یہ خیال ہے کہ وہ انسانی زندگی میں ہونے والی تبدیلی کے بنیادی طریقہ ہائے عمل

کو وقت کے طویل دورانیوں کے تجزیے سے ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ہمارے دور کے نہایت اہم مسائل کو بہ تدریج کلی سماجیاتی طور پر دیکھا جا رہا ہے اور ان کے حل کے لیے کلی سماجیاتی نظریے اور تحقیق کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ کئی جزوی سماجیاتی مسائل اور تبدیلیوں کو کسی وسیع سماجی رجحان کے پس منظر کے بغیر نہ سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ان سے نمٹا جا سکتا ہے۔ تجزیے کی الگ الگ اکائیوں پر توجہ مرکوز کرنے کی وجہ سے جزوی سماجیات نے طویل مدتی طریقہ ہائے عمل، ثقافتی نظاموں، معاشروں اور تہذیبوں کا تجزیہ کر کے وسیع پیمانے کے مظاہر کے مطالعے میں اہم تعاون کیا ہے۔

تبدیلی کی سماجیات نے تہذیب اور تاریخی تبدیلیوں کے مطالعے میں بہت تعاون کیا ہے، کیوں کہ اس میں واحد متغیرہ کی بنیاد پر تبدیلی کی سطحوں کو زمرہ بند کیا گیا ہے: وسعت (خاندان، معاشرہ، ثقافت، تہذیب، دنیا)؛ مدت (تاریخی، طویل مدتی، مختصر مدتی)؛ یا پہلو (ثقافتی، فکری اور تہذیبی)۔

تجربہ مرکوز سماجی علوم کی بنیادی بحث نے نظریاتی و فلسفیانہ سوالات کو زیادہ نظر انداز کیا ہے۔ موجود تحریری سرمایے کے جائزے سے تہذیب کے بین العلومی مطالعے اور اس کی پے چیدگی کو منظّم انداز سے جانچنے کی منہجی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ تہذیب پر غور و فکر کے لیے اس کے مختلف تصورات ہماری مدد کر سکتے ہیں، کیوں کہ اس کا کردار ہمہ جہت ہے اور موجود طریقے ناکافی ہیں۔ مطالعۂ تہذیب کے جامع انتظام میں دیگر طریقہ ہائے عمل کی ناکامی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ الگ الگ انداز سے مختلف سطحوں پر تہذیب کا قابل اطمینان مطالعہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کو ایک عالمی تناظر میں سمجھنا ضروری ہے۔

باب دوم

تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرزِ فکر کے اہم گوشے

بن نبی نے جدید مسلم دنیا کے اصلاح پسند اور تجدد پسند رجحانات پر تنقید کی ہے، کیوں کہ ان میں بحران کے اسباب کو نظر انداز کر کے صرف علامات پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ مسلم دنیا میں نشأۃ ثانیہ کو شروع کرنے کی یہ کوششیں بحران کے حل کا کوئی منظّم طرز پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ بن نبی کا کہنا ہے کہ مسئلے کی جڑیں اصلاً مابعد الموحد دور کی مسلم ثقافت میں پیوست ہیں اور تاریخی عمل نے ہی استعماریت کے لیے راستہ ہموار کیا۔ استعماریت مسلم دنیا کی موجودہ صورت حال کی اصل وجہ نہیں، بلکہ استعماریت کے لیے ہمارا تر نوالہ بن جانا کئی ثانوی عوامل میں سے ایک ہے۔

تہذیب سے متعلق بن نبی کی تعریفات متنوع ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تہذیب سماجی اہلیتوں کو فعال بناتی ہے، تاکہ معاشرے کے سنگین مسائل کا سامنا کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ انہوں نے حیاتِ انسانی میں اخلاقی و مادی پہلوؤں کے درمیان توازن کی بھی نشان دہی کی۔ چوں کہ تاریخ کے دائرے میں انسانی افعال کو معاشرہ ہی جواز عطا کرتا ہے۔ اس لیے ہر تہذیبی عمل میں معاشرہ ایک اہم قوت ہوتا ہے۔

بن نبی نے اس بات پر زور دیا کہ انسانی معاشرے میں توازن ونشاط پیدا کرنے اور اتحاد و استحکام قائم کرنے میں اخلاقی و مادی عوامل بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ انھوں نے ساخت اور سماجی جوہر کے حوالے سے تہذیب کی تعریف کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: ''۔۔۔ انسان یہ سیکھتے ہیں کہ اجتماعیت میں کیسے زندگی گزارنا چاہیے اور انسانی زندگی کو منظّم کرنے کے لیے سماجی رشتوں کے تانے بانے کی لازمی اہمیت کا ادراک کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنا تاریخی کردار اور ذمے داریاں انجام دے سکیں۔''

بن نبی کے نزدیک ''تہذیب= انسان+ زمین+ وقت'' کی مساوات تہذیب کی مساوات کو پیش کرتا ہے، جس میں اس کے ساختیاتی عناصر یا اجزا کا تعین کیا گیا ہے۔ کسی بھی تہذیبی عمل یا نتیجے کے یہ بنیادی عناصر اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ تہذیب کا مسئلہ تین زمروں میں تقسیم ہوتا ہے: انسان، زمین اور وقت۔

بن نبی کہتے ہیں کہ انسان جن اشیا کو بھی پیدا کرتا ہے، وہ انسان، زمین اور وقت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ہر معاشرے میں پائے جانے والے یہ تین عناصر کسی بھی معاشرے میں تہذیبی عمل کے آغاز کے بنیادی عناصر ہیں۔ جب ہم انسانی شخصیت کی تشکیل، زمین کے بھرپور استعمال اور وقت کی تنظیم پر سائنسی انداز سے توجہ دیتے ہیں تو تہذیب وہ ضروری سماجی خدمات اور مدد فراہم کرتی ہے، جو انسانوں کی ترقی کے لیے لازمی ہے۔ اس مساوات میں انسان تہذیب کا بنیادی وسیلہ اور کسی بھی تہذیبی عمل کی مرکزی قوت ہوتا ہے۔ بن نبی نے مسلم دنیا کی اصلاحی تحریکوں پر تنقید کی کہ وہ انسانوں کے بجائے اس کے ماحول کی اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ دلیل دی کہ ہمیں پہلے انسان کی اصلاح کرنی چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ تہذیبیں ان ثابت قدم انسانوں کی وجہ سے عروج حاصل کرتی ہیں، جو معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے اپنی خصوصیات کو اپنے اصولوں کے مطابق تبدیل کرتے ہیں۔

بن نبی کے مطابق تصورِ توجیہ سے مراد کسی تہذیب کی حرکت میں ہم آہنگی، مقاصد میں یک جہتی اور ایک ہی ماخذ سے نکلنے والی اور یکساں مقاصد کو ہدف بنا کر کی جانے والی کوششوں کے درمیان اختلاف سے گریز ہے۔ بن نبی ثقافت کو ایک بنیادی عامل سمجھتے ہیں، جو ایک سماجی شخصیت کی حیثیت سے انسان پر اور ایک اجتماعی ہیئت کی حیثیت سے معاشرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ثقافت کا طرز ہی تہذیب کی سمت سفر اور تاریخ میں اس کی قسمت کا فیصلہ کرتا ہے۔

بن نبی کی مساوات کے مطابق ان تینوں عناصر کے تہذیبی عمل کی تنظیم اور ان کی رہنمائی کے لیے مذہب انتہائی لازمی ہے۔ تاریخ میں تمام ہی تہذیبوں کا عروج مذہبی افکار ہی کے ساتھ ہوا ہے اور اس معاملے میں کوئی استثنا نہیں ہے۔ تاہم بن نبی کے طرز فکر کے مطابق مذہب اس وقت تک ایک اہم عامل کی حیثیت سے اپنا تہذیبی فعل شروع نہیں کرسکتا، جب تک اسے انسان، زمین اور وقت کو ایک منصوبے میں یک جا کرنے والے تہذیبی عمل کا آغاز نہ بنایا جائے۔

انھوں نے دلیل پیش کی ہے کہ عصری تہذیبوں نے انسان، زمین اور وقت کی حقیقی حرکیاتی ترکیب کسی نہ کسی مذہبی فکر کے گہوارے ہی میں تشکیل دی ہے۔

بن نبی نے معاشرے کے دائروں کے آغاز اور ان کی ماہیت پر بھی بحث کی ہے، جہاں کسی بھی عمل کے عناصر کا تعلق اشیا، اشخاص اور افکار میں سے کسی ایک زمرے سے ہوتا ہے۔ ان عناصر پر ترکیب کے طریقے کا اطلاق کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام افعال، سرگرمیاں اور اعمال انسان کی اہلیتوں کے مجموعے، اشیا و آلات کے مجموعے اور ان اعمال کی پشت پر موجود افکار کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ تہذیب کا کمال دراصل سرگرمی کی اس کلیت پر منحصر ہے، جو انسان کی جانب سے انجام دیے جانے والی تمام سرگرمیوں کے مجموعے سے حاصل ہوتی ہے۔

فرد کے دائرے میں تہذیب اپنے عمل کا آغاز اس تبدیل شدہ فرد سے کرتی ہے، جو معاشرے کی سرگرمیوں کے ساتھ مربوط ہو چکا ہو۔ بن نبی کے ہاں ''افراد کے دائرے'' سے مراد کسی اجتماعیت میں تعلقات کا مجموعہ ہے چاہے، وہ تعمیری ہوں یا تخریبی۔ وہ ان تعلقات کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ نتیجتاً تہذیبی عمل میں کسی معاشرے کی قسمت اس نظام میں پائے جانے والے تعلقات کی نوعیت اور معیار پر منحصر ہوتی ہے، جو افراد کے دائرے کے ذریعے تشکیل پاتے ہیں۔

بن نبی کے مطابق افکار کا دائرہ، ان موثر افکار پر مشتمل ہوتا ہے، جو مذہبی یا سیکولر مآخذ سے اخذ کیے جاتے ہیں اور سماج کو مخصوص اقدار اور اخلاقیات کی جانب رہنمائی کرنے والے نمونے کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ مسلم تہذیب میں یہ موثر افکار قرآن وسنت سے اخذ کیے گئے ہیں۔ بن نبی کے خیال میں تہذیب ایک ایسے زندہ و متحرک فکر کا نتیجہ ہے، جو ایک ماقبل تہذیب معاشرے کو تاریخ بنانے کے لیے متحرک کرتی ہے اور اپنے مثالی نمونوں کے مطابق افکار کا ایک نظام قائم کرتی ہے۔

افکار کا دائرہ تہذیب کی تشکیل کے لیے معاشرے کو پیش بینی اور حقیقی نمونے فراہم کرتا ہے اور ایک اولین نمونہ ترتیب دیتا ہے، تاکہ معاشرے کے تمام افراد اس کی پیروی کرسکیں، جو ان کی ثقافت کو امتیاز عطا کرتا ہے۔ تاریخ میں کسی بھی تعمیری کردار ادا کرنے کے لیے معاشرے کے لیے افکار کے اس دائرے کا ہونا ضروری ہے۔ اشیا کا دائرہ تہذیبی عمل کے لیے درکار وسیلے، واسطے، قدرتی وسائل اور آلات فراہم کرتا ہے۔ یہ معاشرے کی تاریخی پیش رفت کے لیے مادی

ضروریات کی تکمیل کرتا ہے اور تہذیبی عمل میں معاشرے کے مقام کو ظاہر کرتا ہے۔

بن نبی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ سماجی تعلقات کے نظام کے بغیر ان دائروں میں کوئی تاریخی سرگرمی انجام نہیں پاسکتی۔ یہ تصور سماجی، ثقافتی اور تاریخی تناظر میں معاشرے کی فطرت اور حرکیات کے متعلق ان کے فہم کے ساتھ مستحکم تعلق رکھتا ہے۔ ان تین دائروں کے درمیان جدلیاتی تعلق سماجی تعلقات کے نظام کی موجودگی کو ظاہر اور واضح کرتا ہے۔ یہ دائرہ تہذیب کی تعمیر کی خاطر کیے جانے والے کسی بھی تاریخی اقدام کے لیے تینوں دائروں کے درمیان کم سے کم لازمی تعلقات کو فراہم کرتا ہے۔ یہ تینوں دائرے سماجی تعلقات کے نظام کے بغیر کارگر نہیں ہو سکتے۔

چوں کہ بن نبی کی اصل توجہ مسلم امت کی تعمیر نو، اس کی ثقافت کے احیا اور دورِ زوال کے دوران نشو ونما پانے والے منفی عناصر سے امت کو پاک کرنے پر تھی، اس لیے انھوں نے ''آزادی کی سماجیات'' کی ضرورت پر زور دیا۔ اس نئی سماجیات کا نقطہ آغاز 'سماج' کی از سر نو تعریف ہے۔ انھوں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جہاں فطری سماج ایک جامد سماج ہے، وہیں تاریخی سماج حرکیاتی ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بعض خصوصیات ہر قسم کے تاریخی سماج میں یکساں ہوتی ہیں۔ سماجی تعلقات کا نظام سماج کے ارکان کو ایک دوسرے سے مربوط کرتا ہے اور ایک مشترکہ فعل کی انجام دہی کے لیے سرگرمیوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ مشترکہ فعل اس سماج کا مخصوص پیغام اور شغل ہوتا ہے۔

باب سوم

تہذیب کی پیش رفت کے متعلق بن نبی کی تعبیرات

بن نبی کی نظر میں تہذیب کی گردش ''ایک عددی سلسلہ ہے جو مشابہ، لیکن غیر یکساں انداز سے اپنا سفر کرتا ہے''۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مخصوص تہذیبیں گردشی ہوتی ہیں اور ایک طے شدہ راستے کی پابندی کرتی ہیں۔ ہر سماجی گروہ اپنی مخصوص خصوصیات کی چھاپ تہذیب پر چھوڑتا ہے اور ہر تہذیب کی اپنی الگ شناخت ہوتی ہے۔ تہذیبیں اپنے مخصوص نفسی و جذباتی حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں، لیکن تاریخ میں ان کے عمومی طرز کے لحاظ سے مشابہ ہوتی ہیں۔

بن نبی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تہذیب کی گردش کا آغاز مذہبی فکر کے بنیادی ڈھانچے کے اندر اس کے بنیادی عناصر کے مربوط ہونے سے ہوتا ہے اور اس کا اختتام اس وقت ہوتا ہے، جب اس کے بنیادی عناصر کے درمیان باہمی حرکیاتی تعامل باقی نہیں رہتا۔ ہر تہذیب تاریخ میں اس وقت تک اپنا کردار ادا کرتی ہے، جب تک کہ وہ زوال پذیر نہیں ہو جاتی اور ترقی و انسانیت کی رہنمائی ختم نہیں کر دیتی۔ تہذیب کا عبوری عمل تاریخ میں ہونے والے گردشی مظہر کو جواز عطا کرتا ہے۔

بن نبی کی دلیل یہ ہے کہ ہر معاشرہ اپنے تہذیبی عمل میں ایک مخصوص طرز کی پابندی کرتا ہے، جو اسے تہذیبی تبدیلی کی جانب لے جاتا ہے۔ ماقبل تہذیب سطح کی تکمیل کے بعد معاشرہ اپنی دوسری سطح (مہذب سطح) میں تین مراحل سے گزرتا ہے: روح (روحانی)، عقل (عقلی) اور جبلت (جبلی)۔

یہ گردشی تصور تاریخ کی گردش میں ہمارے مقام کا تعین، زوال کے اسباب اور ترقی کی

بنیادی اہلیت کو سمجھ کر ہمارے سماجی مسائل کے حل کی راہیں بتا سکتا ہے۔ گردشی تصور تہذیب کی پیش رفت کی توضیح کر سکتا ہے اور انسان کے سماجی وجود کے تجزیے اور فہم کے لیے بنیادی خاکہ عمل بھی یہی ہے۔ بن نبی نے ابن خلدون سے یہ خیال اخذ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ انسانی تہذیب کا آغاز ایک نقطے سے ہوتا ہے اور تہذیب ایک متعین طرز کی پابندی کرتی ہے۔ آخری مرحلے میں تہذیبی قدریں منتقل ہو کر کسی دوسرے مقام کی جانب آگے بڑھ جاتی ہیں۔ یہی منتقلی ایک گردش کے پائے جانے کی دلیل ہے۔

بن نبی کا خیال ہے کہ اس گردش کے تین مراحل ایک حالت سے دوسری حالت کی جانب ہونے والی کوئی اچانک تبدیلیاں نہیں ہیں، بلکہ اس دوران انسانوں اور معاشرے میں گہرے انقلابات اور تبدیلیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ انسان، مٹی اور وقت کے تین عوامل کی تاریخی نامیاتی ترکیب کا آغاز کرنے کے لیے غیر معمولی حالات ضروری ہیں۔ یہ ترکیب ایک معاشرے کی تخلیق کی علامت ہے، کیوں کہ یہ اس کے تاریخی اقدام کے آغاز کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔ اس مرحلے میں معاشرتی اقدار ابھی ٹھوس حقیقت کی شکل میں نہیں ہوتے ہیں۔

ہر تہذیب کی ابتدا میں ایک مذہبی عقیدہ تہذیبی حرکت پیدا کرنے کے لیے تخم ریزی کرتا ہے۔ اس کے بعد روحانی مرحلہ شروع ہوتا ہے، جو فرد اور معاشرے کی زندگی پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس مرحلے کے دوران منتشر انسان مربوط انسان میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور سماجی تعلقات کے تانے بانے بہت گہرے ہو جاتے ہیں۔ تربیت کا یہ عمل جبلتوں کو مذہبی عقیدے کے تقاضوں کے مطابق ایک عملی تعلق میں منظّم کر دیتا ہے۔ اس نئی حالت میں افراد روحانی قانون کی بنیاد پر اپنی زندگی گزارنے لگتے ہیں۔

سماجی تعلقات کا یہ نظام اس وقت اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے، جب اس کا مذہبی عقیدہ مسلسل وسیع ہوتا رہتا ہے۔ یہی وہ نقطہ ہوتا ہے، جب تہذیب ایک نئے نظام اور نئے معیارات کی تخلیق کر کے نئے مسائل اور ضروریات سے نمٹنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد معاشرے کی ترقی، مادی مسائل کے اضافے اور تہذیب کی توسیع اور دوسرے (عقلی) مرحلے میں تہذیب کے داخلے کے ساتھ روحانی مرحلہ کم ہوتا جاتا ہے۔ اب تمام سرگرمیوں کی باگ ڈور عقل

کے ہاتھ میں آجاتی ہے، جب کہ تاریخ میں تہذیب کا ارتقا جاری رہتا ہے۔ چوں کہ تہذیب عقلی مرحلے میں منتقل ہوجاتی ہے، اس لیے معاشرہ اپنے تعلقات کے ترقی یافتہ نظام سے فیض یاب ہونے لگتا ہے، لیکن بعض خرابیوں سے بھی دوچار ہوجاتا ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے فرد کو اپنے سماجی افعال کی انجام دہی کے وقت اپنی اہم قوتوں پر کوئی قابو باقی نہیں رہتا۔ سماج کی قوتوں اور توانائیوں کے کچھ حصے غیر فعال ہوجاتے ہیں اور کچھ زوال پذیر ہوجاتے ہیں۔

کسی بھی تہذیب کی پوری تاریخ کے دوران اس کے ارتقا کا عمل فرد کی نفسیات اور سماج کے اخلاقی ڈھانچے میں ظاہر ہوتا ہے، جو فرد کے رویے کی موافقت کے عمل پر روک لگادیتا ہے۔ جس وقت عقلی قوتیں فرد کی سرگرمیوں پر قابو کھودیتی ہیں، اس وقت تہذیب کو ایک نئے تناظر کا سامنا ہوتا ہے، جہاں جبلی قوتیں روحانی وعقلی قوتوں پر غالب آجاتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں تہذیب مابعد مہذب مرحلے میں دھکیل دی جاتی ہے اور اس کی اقدار انسان، مٹی اور وقت کی ایک نئی ترکیب کی جانب منتقل ہوجاتی ہیں۔ اس تیسرے مرحلے میں سماجی نظام تحلیل ہوجاتا ہے اور فرد کی جبلتوں پر مذہبی عقائد یا سماج کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ انتشار اور لاقانونیت پھیل جاتی ہے۔ انسانی جبلتیں بہ تدریج آزاد ہوتی جاتی ہیں، کیوں کہ روح کا عمل دخل بہ تدریج ختم ہوتا جاتا ہے۔

جب انسانی جبلتیں پوری طرح آزاد ہوجاتی ہیں اور انسان کی تقدیر ان جبلتوں کے ہاتھوں میں آجاتی ہے تو اس وقت تہذیب کا تیسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے اور مذہبی عقیدہ اپنے سماجی افعال کی انجام دہی روک دیتا ہے۔ نتیجے کے طور پر معاشرہ انتشار کا شکار ہوجاتا ہے اور تہذیب کی ایک گردش پوری ہوجاتی ہے۔ جب روح کا جذبہ سرد پڑجاتا ہے تو عقلی سرگرمی بھی ماند پڑجاتی ہے۔

بن نبی نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ تہذیبیں باہم مربوط گردشیں ہیں، جو ایک مذہبی عقیدے سے شروع ہوتی ہیں اور اس وقت ختم ہوجاتی ہیں جب جبلی قوتیں روحانی وعقلی قوتوں پر غالب آجاتی ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ ان تین مراحل کے ساتھ تہذیب کی یہ مکمل گردش تہذیب کی اہم قوت کو ظاہر کرتی ہے اور یہ واضح کرتی ہے کہ ایک تہذیب کیسے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں منتقل ہوتی ہے۔ تہذیبی ارتقا کے ہر مرحلے کا علم اور اس کی خصوصیات کا فہم ہمیں ترقی

اور ارتقا کے لیے عمل کا ایک عمومی خاکہ فراہم کرتا ہے۔

بن نبی نے معاشروں کی جو زمرہ بندی کی ہے، اس کے مطابق کوئی انسانی معاشرہ اپنے دورِ حیات میں کسی ایک نقطے پر جامد نہیں رہتا۔ اس کے برعکس وہ اپنی ترقی کی نفسیاتی قدروں کے ساتھ ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ چناں چہ ارتقائی محور میں کسی معاشرے کے مقام سے واقف ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس معاشرے کی سطح، اس سے متعلق مسائل اور کارناموں کا تعین کیا جائے۔

بن نبی کہتے ہیں کہ ایک تاریخی معاشرہ ترقی کی سطحوں کو پیش کرنے والے محور پر مخصوص مقام حاصل کر لیتا ہے۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ترقی کی تین سطحیں ہوتی ہیں: ماقبل مہذب معاشرہ، مہذب معاشرہ اور مابعد مہذب معاشرہ۔ ہر معاشرہ کسی بھی وقت ان میں سے کسی نہ کسی سطح پر ہوتا ہے اور اس کے مخصوص اقدار سے پہچانا جاتا ہے۔ تہذیب کے مسائل کی تفہیم کے طریقۂ کار کے لیے بن نبی تاریخ، سماجیات اور نفسیات پر اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ وہ کسی معاشرے کے تاریخی سفر کی وضاحت کے لیے نفسیاتی توضیح کا استعمال کرتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعے موجودہ مسلم دنیا کی خصوصیات دریافت کر سکیں۔

بن نبی کے نزدیک ماقبل مہذب معاشرے کا فرد فطری انسان کی طرح ہوتا ہے، جو تہذیب کی گردش میں شمولیت کے لیے تیار رہتا ہے، جیسے حضرت محمد ﷺ کے دور میں عرب کے بدو تھے۔ ماقبل مہذب معاشرے میں تہذیبی صلاحیتوں کو متحرک کرنے کے لیے ایک قوت محرکہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ گرچہ معاشرے کے پاس تہذیب کے بنیادی عناصر (انسان، مٹی اور وقت) موجود ہوتے ہیں، لیکن مذہبی عقیدے کی قوت کے بغیر وہ غیر متحرک رہتے ہیں۔ انسان، مٹی اور وقت کے درمیان مذہبی عقیدے کے دائرے کے اندر ایک حرکیاتی تعامل کے بغیر کوئی بھی معاشرہ تہذیبی عمل سے نہیں گزر سکتا یا اس میں کوئی نفسیاتی و سماجی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی۔

فرد اور معاشرے کی نفسیاتی و سماجی ترقی ایک تہذیبی تحریک کو موقع فراہم کرتی ہے، کیوں کہ معاشرے کی قوتوں کا ہدف ایک معاشرتی منصوبہ ہوتا ہے۔ جب ایک مہذب معاشرہ اپنے اہداف کے حصول کے لیے اپنے آپ کو تبدیل کرنا شروع کرتا ہے تو اس کی تہذیب ظہور پذیر

ہونے لگتی ہے۔ مہذب مرحلہ کسی معاشرے کے نظریے، ثقافت کی تشکیل اور انھیں منظّم کرنے کی اہلیتوں کی عکاسی کرتا ہے۔ جب انسان کسی تہذیبی عمل کو شروع کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے تو معاشرتی تعلقات کا نظام بہت مستحکم ہو جاتا ہے۔ اس سیاق میں معاشرہ اپنی تہذیب کا تحفظ بھی کرسکتا ہے اور ترقی کی رفتار کو برقرار بھی رکھ سکتا ہے۔ اس مرحلے میں تمام افراد معاشرے کے تحفظ سے فیض یاب ہوتے ہیں اور معاشرہ اپنے تہذیبی افعال کی تکمیل کرتا ہے۔

جب معاشرہ مابعد مہذب مرحلے میں پہنچ جاتا ہے، اس میں حرکیاتی عمل باقی نہیں رہتا اور وہ اپنی تہذیبی قوتوں سے محروم ہو جاتا ہے تو زوال پذیر ہونے لگتا ہے۔ نتیجے کے طور پر مذہبی عقیدہ تہذیبی اقدار کی ترکیب ترک کر دیتا ہے اور معاشرتی تعلقات کا نظام کمزور پڑ جاتا ہے۔ ابھی بھی مکمل زوال اس کا مقدر نہیں ہوتا۔ ایک اور تہذیبی عمل معاشرے کو بربادی سے بچا سکتا ہے اور اسے زوال کے راستے سے ہٹا سکتا ہے۔ ایک بار جب معاشرہ اپنے ثقافتی ڈھانچے سے محروم ہو جاتا ہے تو اس کے افکار کا دائرہ افراتفری کا شکار ہو جاتا ہے اور تہذیبی عمل میں اس کی ثقافت باقی نہیں رہتی۔ بن نبی نے مختلف ماہرین کے درمیان مرحلوں کے متعلق الجھن اور ان کی خصوصیات کے بارے میں غلط فہمیوں کی نشان دہی کی ہے۔ مرحلوں کے متعلق الجھن معاشرے کے مسائل کے حل کی کسی بھی کوشش کو نہایت پے چیدہ بنا دے گی۔

بن نبی نے عالم اسلام کی موجودہ صورت حال کو تیسرے مرحلے میں تصور کر کے اس کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ کیوں کہ معاشرہ دوسرے مرحلوں کے بالمقابل اپنی حقیقی فکر یا رویے سے محروم ہو چکا ہے۔ اس کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرہ مابعد مہذب انسان کی خصوصیات سے آزاد ایک نئے انسان کی تخلیق کر کے اپنی اصلیت اور حرکیاتی رویے کو دوبارہ حاصل کرے۔ اس طرح وہ وقت اور مٹی کے ساتھ ایک نئی ترکیب میں داخل ہو سکتا ہے اور ایک مذہبی عقیدے کو اس میں شامل کر سکتا ہے۔ بن نبی نے اس بات پر زور دیا کہ ہمیں تاریخ میں اپنے مرحلے اور پس ماندگی یا ترقی کے اسباب سے واقف ہونا ضروری ہے۔ سماجی مسائل تاریخی ہوتے ہیں۔ ارتقا کے کسی مرحلے پر جو چیز معاشرے کے لیے سہولت بخش ہو، وہی چیز کسی دوسرے مرحلے پر نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔

بن نبی نے نفسی سماجیاتی تناظر میں بھی معاشرے کے ارتقا کو سمجھنے کی کوشش کی اور معاشرے کی ترقی کے تین نفسی سماجیاتی ادوار کے تصور کو پیش کیا۔ اشیا کا دور، اشخاص کا دور اور افکار کا دور۔ انھوں نے اشخاص، اشیا اور افکار کے دائروں کے درمیان جدلیاتی رشتے سے متعلق ایک عمومی تصور پیش کیا جو تین ادوار کے اس تصور کو مفہوم عطا کرتا ہے۔ بن نبی کہتے ہیں کہ ہر معاشرے کی اپنی پے چیدہ ثقافتی دنیا ہوتی ہے، جس میں اشیا، اشخاص اور افکار کے دائرے معاشرے کے ہم آہنگ اقدامات کے ساتھ ایک دوسرے میں پیوست ہوتے ہیں۔ ایک دائرہ ہمیشہ دوسرے دو دائروں سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

معاشرہ اپنے پہلے دور میں مختلف فیصلوں اور امور کا تعین اشیا کے دائرے کی جانب سے نافذ کردہ معیارات کے مطابق کرتا ہے۔ فیصلوں کی نوعیت اور معیار انسان کی ابتدائی ضروریات کے مطابق ہوتا ہے اور وہ اشیا کے دائرے پر مبنی ہوتے ہیں۔ بن نبی کہتے ہیں کہ انسانی معاشرے کو اشیا کے دور کا تجربہ ماقبل مہذب اور مابعد مہذب دونوں مرحلوں میں ہوتا ہے۔ موجودہ مسلم معاشرے میں نفسیاتی، اخلاقی، سماجی، فکری اور سیاسی تمام سطحوں پر یہ اثر انداز ہو رہا ہے۔ نفسیاتی و اخلاقی سطحوں میں، جب کہ اشیا ثقافت کا مرکز ہوتے ہیں، اقدار کے پیمانے پر 'شئے' سب سے اوپر ہوتی ہے۔ فیصلہ کیفیت کے بجائے کمیت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور ہر چیز کی پیمائش اشیا اقدار کی بنیاد پر نہیں بلکہ اشیا کے حوالے سے کی جاتی ہے۔

دوسرے دور میں معاشرہ اپنے فیصلے کسی انسانی نمونے یا مثال کے مطابق کرتا ہے، جو اشیا کے نہیں بلکہ اشخاص کے دائرے سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ اس دور میں اشیا اور افکار کا دائرہ اشخاص کے دائرے کے ساتھ ہوتا ہے۔ بن نبی نے ماقبل اسلام جاہلی معاشرے کو اشخاص کے دائرے پر ہی افکار کو مرکوز کرنے والے معاشرے کی مثال کے طور پر پیش کیا ہے، جو قبائلی بندشوں میں محدود تھا۔ موجودہ مسلم معاشرے میں اشیا اور اشخاص کے استبداد کے درمیان ایک باہمی نقطۂ اتصال پایا جاتا ہے اور بن نبی اس کو نقصان دہ قرار دیتے ہیں، بالخصوص اخلاقی و سیاسی سطحوں پر۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ تین ادوار کا یہ تصور تاریخ کے سفر میں کسی معاشرے کی پیش رفت کی پیمائش کا ایک اہم وسیلہ ہے۔ اس کے علاوہ کسی خاص مرحلے میں معاشرے کے عروج یا

زوال کو معلوم کرنے کے لیے اس کے اہم اقدار کی پیمائش بھی اس کی مدد سے کی جا سکتی ہے۔ معاشرے کے عمل کو ایک مربوط سرگرمی کے طور پر دیکھنا چاہیے، جہاں اشیا کا دائرہ اشخاص اور افکار کے دونوں دائروں کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ایک دائرہ ہمیشہ دوسرے دو دائروں پر غالب رہتا ہے، جس کے سبب خیالات اور رویوں کے لحاظ سے ایک معاشرہ دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔

تین ادوار کے تصور کو کسی معاشرے کی نفسی و سماجی بلوغت، اس کے تہذیبی عمل کی سمت، اس کی سرگرمیوں کا نظام اور تاریخ میں ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں اقدار کی منتقلی کی پیمائش کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مزید یہ کہ ایک دائرے کا دوسرے دو دائروں پر غلبہ یہ واضح کرتا ہے کہ تاریخ کے سفر میں معاشرہ کس مقام پر کھڑا ہے؟ یہ ادوار ان سماجی قدروں اور ثقافتی ماحول کی عکاسی کرتے ہیں، جو ارتقا کے کسی مرحلے میں معاشرے پر غالب اور اثر انداز ہوتے ہیں۔

بن نبی نے مسلم دنیا کو ماقبل مہذب مرحلے میں رکھا ہے، جہاں وہ ابھی ایک نئے تہذیبی عمل میں داخل ہونے کی جدوجہد کر رہی ہے۔ انھوں نے تاریخ کے سفر میں تہذیب کے حرکیاتی عمل کی جامع تفہیم کے لیے مختلف سطحوں کا تجزیہ کرتے ہوئے تہذیب کے ارتقا کی توضیح کی ہے۔ گردش، تین مراحل اور تین ادوار کے متعلق بن نبی کے تصورات دراصل ایک کیفیت کا مختلف ہمہ جہتی تجزیہ ہیں۔

بن نبی کہتے ہیں کہ کسی معاشرے کے تہذیبی عمل میں اس کے ارتقا کو سماجی تعلقات کے نظام کے حوالے سے کیفیت اور کمیت دونوں لحاظ سے درج کیا جاتا ہے، جو اس کی تاریخ کے سفر میں معاشرے کے مراحل کی نشان دہی کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی تہذیبی عمل معاشرے کے تین دائروں کی تشکیل سے قبل شروع ہو جاتا ہے۔ سماجی تعلقات کے نظام کے قیام سے پہلے اشخاص کے دائرے کی تشکیل ضروری ہے۔ اس کے بعد معاشرہ کام کرنے لگتا ہے، جب کہ افکار اور اشیا کے دائرے ابھی معمولی ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اشخاص کا دائرہ تبدیل ہو جاتا ہے اور تعلقات کے نئے نظام سے مربوط ہو جاتا ہے۔ سماجی تعلقات کا نظام کام کرنا شروع کر دیتا ہے، جب کہ افکار اور اشیا کے دو دائرے ابھی نامکمل ہوتے ہیں۔

افکار کا دائرہ معاشرتی محافظ کا کردار ادا کرتا ہے، جب کہ وہ سماجی تعلقات کے نظام کے ساتھ انتہائی مضبوطی سے منسلک ہوتا ہے۔ معاشرہ تعمیر نو کا کام انجام دیتا ہے، جو سماجی تعلقات کے نظام کے بغیر ناممکن ہے۔ تنہا افکار کا دائرہ کسی تہذیب کے عروج یا زوال کی توجیہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کا سماجی تعلقات کے نظام کے ساتھ مربوط ہونا لازمی ہے۔ کسی معاشرے کی تاریخ اس کے آغاز میں کسی مذہبی عقیدے کے ذریعے تخلیق کردہ سماجی تعلقات کے نظام کی تاریخ کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

باب چہارم

تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرز فکر کی بنیادیں:

داخلی سماجی پہلو

اس باب میں داخلی سماجی پہلو کے متعلق رٹزر کی پیش کردہ تعریف کا استعمال کرتے ہوئے بن نبی کے طرزِ فکر پر ان عوامل کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بن نبی کی سوانحی تفصیلات یک جا نہیں ملتیں اور ان کی خودنوشت سوانح میں ان کی پیدائش یعنی ۱۹۰۵ سے ۱۹۳۹ تک کے دور کا ہی احاطہ کیا گیا ہے۔ ان کی بقیہ زندگی کے متعلق معلومات فراہم کرنے والے ذرائع محدود ہیں۔ ان کی کتابوں، ہم عصروں کی تحریروں اور ان کے دور کی تاریخی روایات سے اس کمی کی تلافی کی جاسکتی ہے۔

مالک بن نبی مشرقی الجزائر کے ایک غریب خاندان میں ۱۹۰۵ میں پیدا ہوئے۔ جس اسلامی ماحول نے بن نبی کی شخصیت کی تشکیل کی، اسی ماحول نے الجزائری ثقافت وتہذیب پر استعماری دباؤ کے دوران بھی وہاں کے مسلمانوں کی حفاظت کی۔ وہ کہتے ہیں: ’’میری دادی جو مذہبی قصے سناتی تھیں، وہ غیر شعوری طور پر میری شخصیت کی تشکیل کررہے تھے اور ان سب کے دوران مجھے اس بات کا پتہ چلا کہ اسلامی اقدار واخلاقیات کی معراج دعائے خیر ہے۔‘‘

انھوں نے فرانسیسی اقتدار کے دوران کئی الجزائری خاندانوں کو الجزائر سے مشرقی عرب ممالک کو ہجرت کرتے ہوئے دیکھا، جن میں خود ان کے بھی کئی عزیز واقارب شامل تھے۔ استعماری اقتدار کے خلاف اس احتجاج نے الجزائر کے سماجی ومعاشی ڈھانچے کو بری طرح متأثر کیا۔ روایتی اسلامی ماحول کمزور پڑ گیا، روایتی طرز زندگی انتشار کا شکار ہوگیا اور اجتماعی وجود ہی خطرے میں پڑ گیا۔ بن نبی کو چھوٹے پیمانے پر خاندان کے اور وسیع پیمانے پر معاشرے کے سماجی

تعلقات کی اہمیت کا احساس ہوا۔

بن نبی کے قبیلے میں 'زاویہ' نام کے ایک روایتی ادارے نے مسلم تہذیب کے زوال کے بعد اسلامی تعلیمات کی حفاظت میں اسی طرح اہم کردار ادا کیا، جیسا تعلیم اور روایتی عربی ادب نے کیا تھا۔ داستان بیان کرنے والوں نے عوامی ثقافت کو محفوظ رکھا، جب کہ مسجد اور مدرسے نے بھی بن نبی کی تعلیم میں اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے عربی قواعد، ادب، شاعری، فقہ اور دینیات کی تعلیم حاصل کی۔

بن نبی نے اپنی پہلی تصنیف میں قرآن کے اہم موضوعات کی از سر نو تعبیر کی اور مختلف سماجی و ثقافتی میدانوں میں اپنے نظریات کو واضح کیا۔ بن نبی کے مطابق نظامِ کائنات میں مذہب ایک ایسے قانون کی حیثیت سے نقش ہے، جو انسانی روح کو امتیازی خصوصیت عطا کرتا ہے۔ بعد میں جب بن نبی کی فرانس میں مختلف مسلم مفکرین اور سرگرم عمل افراد سے ملاقات ہوئی تو وہ اسلام کے آفاقی تناظر سے واقف ہوئے۔ وہ اسلام کو ایک مذہب، طرزِ زندگی، سماج کا خالق، ثقافت اور تہذیب سمجھتے تھے۔

بن نبی عالم اسلام کے تعلیمی مسئلے کو سب سے اہم مسئلہ سمجھتے تھے۔ استعمار کے ظالمانہ اقتدار کی وجہ سے عالم اسلام بالخصوص الجزائر کے مسلمان بصیرت، طریقۂ کار، ذرائع اور عملی جدوجہد سے محروم ہوگئے تھے۔ بن نبی کے ذہن ودل میں دو تعلیمی نظام راسخ ہوگئے اور وہ روایتی نظام تعلیم کے زوال اور جدید تعلیمی نظام (فرانسیسی ومغربی) کی ترقی کے اسباب کی تلاش میں مصروف ہوگئے۔

اول الذکر تعلیمی نظام کی حالت انتہائی مخدوش تھی تو دوسرا مسلسل غلبہ اختیار کرتا جا رہا تھا۔ اس کے پاس ترقی یافتہ طریقہ ہائے کار اور واضح منصوبہ تھا۔ اس کے علاوہ اسے استعماری اقتدار کا تحفظ بھی حاصل تھا۔ لیکن اس کی غیر مذہبی ہیئت اور مغرب کاری کا مقصد مسلمانوں کے تہذیبی ڈھانچے سے ٹکراتا تھا۔ یہی وہ دورنگی تھی، جس نے پوری زندگی بن نبی کی توجہ اپنی جانب مرکوز رکھی۔

بن نبی نے یورپی اور مسلم الجزائری ماحول میں لوگوں کی زندگی اور ان کے خیالات میں

ہونے والی تبدیلیوں کو محسوس کیا اور ان کے متعلق لکھا۔ ان دو پس منظروں نے فطرت کے انسان اور تہذیب کے انسان کے متعلق ان کے تصورات کو متاثر کیا۔ انھیں مسلم دانش وروں کے حلقوں میں فکر کے نئے رجحانات کا بھی تجربہ ہوا۔ 'علما' کی تحریک معاشرے کی اصلاح کے سلسلے میں اپنے طرز فکر اور طریقۂ کار کے لحاظ سے الجزائری معاشرے کے لیے بالکل نئی تھی۔

استعمار کے شکار الجزائر کے شہری اور دو نظام ہائے تعلیم کے طالب علم والے اس پس منظر اور یورپی استعماریوں سے رابطے نے استعمار کے شکار اور استعماریوں کے متعلق ان کے خیالات اور آج کے مسلمانوں کی نفسیاتی صورت حال کا تجزیہ کرنے کے ایک وسیلے کی حیثیت سے 'استعمار زدگی' کے تصور کی تشکیل کی۔

یورپی افکار سے متعلق ان کی معلومات نے بن نبی کے فکری و سیاسی شعور کو پروان چڑھایا اور ان کی دل چسپیاں انجینئرنگ سے فلسفے اور سماجی علوم کی جانب اور اس کے بعد مسلمانوں کی اصلاح کے تصور، استعمار سے آزادی کی تحریک اور الجزائر و عالم اسلام میں احیائی کوششوں کی جانب منتقل ہو گئیں۔ انھوں نے الجزائر میں 'علما' کی تحریک کی اہمیت کو محسوس کیا اور اصلاح و شمالی افریقہ کے اتحاد کے خیالات کی تبلیغ شروع کی۔ بن نبی ایک آزاد الجزائری معاشرے کے لیے 'علما' کی اصلاحی تحریک سے بہت متاثر تھے، یہاں تک کہ انھوں نے سماجی قیادت سیاست دانوں کے حوالے کر دی۔ ان کا خیال تھا کہ تعلیمی اور ثقافتی سرگرمیاں سیاسی جد و جہد سے زیادہ اہم ہیں۔

مصر میں ایک سیاسی پناہ گزین کی حیثیت سے بن نبی نے عرب دانش وروں کو متأثر کرنے والے مفکرین اور روایتی اداروں سے تعلقات قائم کیے، تا کہ امت مسلمہ کی نشأۃ ثانیہ اور تجدید تہذیب کے امور پر توجہ دی جائے۔ ۱۹۷۱ میں شہر الجیرس میں بن نبی کا انتقال ہو گیا اور وہ دورِ جدید میں الجزائر کے سب سے عظیم مفکر کی حیثیت سے اپنا قیمتی ورثہ چھوڑ گئے۔

بن نبی کے تعلقات کا تعین ماورائے نظریہ سازی طریقے کے ذریعے اس کے داخلی سماجی جہتوں میں ہوتا ہے۔ وہ غیر ترقی یافتہ لوگوں کے پے چیدہ معاملات کو حل کرنے کے لیے اجتماعی کوشش میں یقین رکھتے تھے اور مسلم و ترقی پذیر دنیا کے مفکرین کے ساتھ مستحکم تعلقات کے

ذریعے کام کرنا چاہتے تھے۔ مسلم دنیا کی اس اصلاحی تحریک کے ساتھ ان کے نہایت مستحکم تعلقات تھے، جس کی نمائندگی علما کر رہے تھے۔

اسلام کے ساتھ بن نبی کی وفاداری اور ابن خلدون سے متأثر ہونے کی وجہ سے انھوں نے مسلم مفکرین کی مغربی تہذیب سے احساس کم تری کا تجزیہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ روایتی ماحول کے مفکرین (علما) الموحد عہد کے تشکیل شدہ دائرے کے سبب تاریخ میں اپنے اہم مقصد کی تکمیل نہیں کر پائے۔ علما نے اسلامی تعلیمات کو خالص رکھنے اور ان کے تحفظ پر اپنی توجہ مرکوز رکھی اور ان کے مابعد الموحد ماحول سے ایک نئے ماحول میں بدلنے والے جذبات اور ذہنوں کی زیادہ فکر کی۔

بن نبی بعض ابتدائی مسلم دانش وروں اور مصنفوں، جیسے ابن تیمیہ، ابن خلدون اور ابن عبدالوہاب وغیرہ سے متأثر تھے اور اپنے آپ کو ان مصلحین کے سلسلے کی کڑی سمجھتے تھے۔ دیگر عرب ممالک میں اپنے تجربات کے بعد انھوں نے اپنے تجزیے کا دائرہ وسیع کر کے دیگر مذاہب کے افکار کو بھی اس میں شامل کر لیا اور سماجی مظاہر کی مختلف تشریحات کے علاوہ تاریخی تبدیلیوں میں مذہب کے کردار کا جائزہ لیا۔

باب پنجم

تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرزِ فکر کی بنیادیں:

خارجی سماجی پہلو

ماورائے نظریہ سازی طریقۂ کار کے مطابق خارجی سماجی عوامل تجزیے کی وسیع سطح پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور معروضی پہلوؤں سے بحث کرتے ہیں۔ وہ اداروں اور فکر کی تاریخی بنیادوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ یہ عوامل ماورائے نظریہ سازی طریقۂ کار کے ایک پہلو کی نشان دہی کرتے ہیں، جو وسیع سطح کی جانب منتقل ہوتا ہے، تاکہ وسیع معاشرے اور نظریہ سازی کے ارتقا پر اس کے اثرات کو دیکھا جا سکے۔ خارجی سماجی پہلو نظریہ سازی کے عمل اور اُن مختلف اداروں، معاشرے کی تنظیموں اور دیگر سماجی سرگرمیوں کے درمیان تعلق پر زور دیتا ہے، جو طرزِ فکر یا نظریے کے ارتقا سے راست یا بالواسطہ متعلق ہوتے ہیں۔

بن نبی نے علم سماجیات کی مدد سے وسیع سماجی و تاریخی تناظر کا فہم حاصل کرتے ہوئے استعماریت اور اس سے آزادی کے پس منظر میں مسلم تہذیب کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ بن نبی کا خیال تھا کہ استعماریت مغرب کے مکمل تہذیبی مقصد کا ایک حصہ تھا اور اس کے لیے خود اندرون سے ایک تہذیبی ردِ عمل کی ضرورت تھی۔

بشریات، آثاریات اور سماجیات کے مغربی علوم نے مغرب کے اس مزعومہ تہذیبی مقصد کو یقینی بنانے میں مدد کی کہ وہ مقامی، وحشی اور غیر مہذب لوگوں کو تہذیب سکھانا چاہتا ہے۔ یہ اصطلاحات مقبوضہ عوام اور تہذیبوں کی نشان دہی کے لیے استعمال کی گئیں۔ اس کے پیچھے مغرب اور دوسروں کے درمیان امتیاز کا دہرا پن تھا، جس نے اجنبی معیاروں کے ذریعے توسیع اور تسلط کو جبراً قائم کیا۔ اس نے لوگوں کو تقسیم کیا اور مسلم ممالک کو نسلی و لسانی بنیادوں پر الگ الگ

کر کے امت کے اتحاد کو اگر مکمل ختم نہ بھی کیا ہو، تو اس کو خطرے کا شکار ضرور بنا دیا۔

ماقبل استعمار عہد کا الجزائری معاشرہ اپنے مابعد مہذب مرحلے میں تھا۔ سماجیاتی اعتبار سے یہ پورے استعماری دور کے بالمقابل زیادہ ترقی کے ساتھ مستحکم حالت میں تھا۔ الجزائر میں پر امن زندگی، سیاسی استحکام، معاشی ترقی، ثقافتی تخلیقیت، سماجی ہم آہنگی اور بہتر خواندگی پائی جاتی تھی۔ یہاں کے علما نے علم اور اسلامی تعلیمات کو پھیلایا اور الجزائری تشخص کا تحفظ کیا۔

بد قسمتی سے یہ ترقی اور خوش حالی باقی نہ رہی۔ استعماری تحریک چار اہم مرحلوں سے گزری جس نے الجزائری معاشرے کی آنے والی نسلوں پر اپنے نقوش ثبت کر دیے۔ فتح اور مدافعت کا مرحلہ (۱۸۳۰-۱۸۴۸)، جو فرانس کی جانب سے ''محدود قبضہ'' کی حکمت عملی سے شروع ہوا۔ اس حکمت عملی کا مقصد الجزائری عوام کو مدافعت سے روکنا اور ان کے سماجی، سیاسی، معاشی، ثقافتی اور مذہبی ڈھانچے کو تبدیل کرنا تھا۔

مدافعت کے دوسرے مرحلے اور استعماری شدت (۱۸۴۷-۱۸۷۱) نے الجزائر کو تقسیم کر دیا اور الجزائر کی مقامی آبادی کو محکوم بنا دیا گیا۔ مکمل استعماریت اور مقامی سپر اندازی کا مرحلہ (۱۸۷۱-۱۹۱۹) الجزائری مسلمانوں کو مزید کم زور کر گیا اور بیرونی آبادی میں اضافہ ہو گیا۔ الجزائری بے داری کے مرحلے (۱۹۱۹-۱۹۶۲) میں استعماریت اپنے عروج کو پہنچ گئی، جب کہ مقامی مفکرین اور سیاست دانوں میں اتحاد اسلامی اصلاحی و احیائی تحریکات کا ظہور ہوا۔

بالآخر ۱۹۲۰ اور ۱۹۳۰ کے عشرے میں اسلام کے لیے ایک طاقت ور آواز از سر نو بلند ہوئی، جس نے کئی صدیوں تک الجزائریوں کو ایک اجتماعی تشخص کا احساس فراہم کیا تھا۔ استعماریت کے چوتھے مرحلے کے دوران مقامی آبادی اور استعماری حکم رانوں کے درمیان لڑائی نے انتہائی بدتر صورت اختیار کر لی۔

بن نبی کی نظر میں الجزائر اپنی پر شکوہ تاریخ اور اسلامی تہذیب کے اعلیٰ معیارات کے بالمقابل تین صدیوں تک افراتفری کی حالت میں رہا۔ اس افراتفری کے داخلی و خارجی پہلوؤں نے استعمار زدگی اور استعمار کی جدلیات کی تشکیل کی۔ بن نبی کے خیال میں استعماریت نے اپنی زندگی کے تمام دائروں میں اپنی راست موجودگی کے ذریعے اس افراتفری میں مزید اضافہ کیا۔

استعماری مقاصد کی تکمیل، بالخصوص عالم اسلام میں ان کی تکمیل کے لیے استعماریت نے معاشرے کے عناصر کے درمیان ایک مصنوعی دورنگی قائم کر کے تہذیب کاری کے ہر عمل کو روکنے کی کوشش کی۔

اس کے ردعمل میں فکری و مذہبی سطح پر علما اور سیاسی سطح پر سیاست دانوں کی دوگنا کوششوں کے تحت الجزائری قوم پرستی کو فروغ حاصل ہوا، جو بن نبی کے نمونے اور استعمار سے آزادی کے دو ذیلی نمونوں، اصلاح پسند اور جدید پسند کے درمیان تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

بن نبی کا خیال تھا کہ استعماریت اور استعمار زدگی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ہمیں اس بحران کی تہ میں موجود بنیادی مسائل کو حل کرنا ہوگا، جس کا آغاز ایک مربوط سانچے سے ہو۔ بن نبی کا تہذیبی نمونہ ایک تقابلی سانچے کی حیثیت سے تہذیب کے دائرے کے اندر انسانی کیفیات اور معاشرتی تبدیلیوں کا تجزیہ کرتا ہے۔

باب ششم

تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرز فکر کی بنیادیں:
داخلی فکری پہلو

اس مطالعے میں ان داخلی فکری عوامل پر بحث کی گئی ہے، جو ماورائے نظریہ سازی طرز کی ذیلی قسم کے تیسرے پہلو کی تشکیل کرتی ہے۔ یہ تحقیق کے ادراکی عوامل کو تہذیب کے شعبے سے مربوط کرتی ہے۔ یہ عالم اسلام میں پائے جانے والے مسائل کے حل کے لیے بن نبی کے تحقیقی میدان کا داخلی پہلو ہے۔ یہ موجودہ نظریات کے تجزیے اور نئے نظریات کے فروغ کے لیے اہم ادراکی تصورات، مکاتب فکر، تصور کی تبدیلیوں اور ماورائے نظری وسیلوں کی نشان دہی کرتا ہے۔

تہذیب کے مطالعے میں دو وسیع نمونے غالب ہیں۔ تاریخ کا فلسفہ اور سماجی علوم۔ بن نبی کے نزدیک تہذیب کا مطالعہ ایک منفرد میدان ہے، جس کا طریقۂ کار اور تصور سماجی علوم سے اخذ کیا جانا چاہیے۔ اپنے قرآنی علم اور مذاہب کے مطالعے کی وجہ سے بن نبی علم اور تاریخی تبدیلی کے مادہ پرستانہ و لادینی تصورات سے گریز کر پائے۔ اس مطالعے میں ماورائے نظریہ سازی طریقۂ کار کے داخلی فکری پہلو کا استعمال تہذیبی مطالعہ میں غالب نمونوں کے متعلق بن نبی کے شعور کی دریافت میں معاون ہوگا۔

اس باب میں بعض مفکرین کے افکار کی دریافت کے لیے مواد کے تجزیے کا اطلاق کیا گیا ہے۔ غالب نمونوں اور مختلف مکاتب فکر و نقاط نظر کا تجزیہ بن نبی کے تصورات، اصطلاحات و طریقۂ کار اور متعلقہ میدانوں میں ان کی اصل فکر اور ان کی زندگی کے دوران اور موضوعِ مطالعہ کی تاریخ کے دوران سامنے آنے والے غالب مکاتب فکر کے درمیان تعلقات کو ظاہر کرتا ہے۔

فلسفۂ تاریخ کے نمونے کے اندرون میں تین مکاتب نے تہذیب کے مطالعے کو اپنے متعلقہ نمونوں کے ساتھ شریک رکھا ہے۔ گردشی نقطۂ نظر، ارتقائی نقطۂ نظر اور متنوع لوگوں کے سادہ نقاط نظر۔ یہ نمونے انسانی کیفیات میں تاریخی تبدیلی کے بنیادی نقاط نظر اور تاریخی تبدیلی کے طرز کی پہچان اور ان کی تصور سازی کے ذریعے تہذیب کے مسئلے تک رسائی حاصل کرنے والے اصل مکاتب سے حاصل ہوئے ہیں۔

تاریخی ارتقا سے متعلق انیسویں صدی کے مکتب فکر (جس میں ہیگل، کومٹے اور مارکس شامل ہیں) نے تاریخ کو ایک ترقی پذیر عنصر کی حیثیت سے دیکھا اور یہ تہذیب سے متعلق بن نبی کے مطالعے میں کافی معاون ثابت ہوا۔ ہیگل کے جدلیاتی طریقۂ کار کے مطابق تاریخ دراصل تہذیب کے ارتقا اور انسانی آزادی کی کہانی ہے۔ تاریخی ارتقا کے مکتب فکر کا ایک اور اہم مفکر مارکس، ہیگل کے نظریے سے متأثر تھا۔ جہاں ہیگل نے ذہن کی جدلیات کا استعمال کیا، وہیں مارکس نے معاشی ذرائع کی جدلیات کا استعمال کیا تھا۔

ارتقا سے متأثر ہو کر ہی کومٹے نے ڈارون کے نظریۂ ارتقا اور انسانی صورت حال اور تاریخی تبدیلی کے لیے طبیعی علوم کے فروغ کا اطلاق کیا۔ اس مکتب فکر کی اہم خدمات میں سے تاریخی پیش رفت، اس کے مراحل اور اسباب کے متعلق اس کی تشریح کو اس تحقیق کے دائرۂ کار میں استعمال کیا گیا ہے۔

بن نبی نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اکثر مؤرخین نے واقعات کی معقول توجیہ کے لیے کسی سانچے کی تیاری کے بجائے محض ان واقعات کو جمع کر دینے کی کوشش کی ہے۔ بن نبی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ہیگل کے افکار نے تبدیلی میں اہم کردار ادا کیا ہے اور جدلیاتی تجزیے کے لیے مارکسیوں کی تحسین کی ہے۔ بن نبی کا خیال ہے کہ انسانی ضرورتوں کے متعلق مارکس کا نظریہ کسی تہذیب کی پیدائش کی حرکیات کی تشریح نہیں کرتا۔

بن نبی تاریخی ارتقا کے مکتب فکر پر اس کے تاریخی سے زیادہ نظریاتی ہونے اور اس کی بنیادوں کے یورپ پر مرکوز ہونے کی بنا پر تنقید کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مکتب فکر میں تاریخی ارتقا کے بعض متغیرات پر توجہ مرکوز کی گئی ہے اور ایک ہمہ جہت مظہر کی حیثیت سے تہذیب کی

پے چیدگی کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ گردشی مکتب فکر سے متأثر ہیں، جس کے اہم مفکرین میں ابن خلدون اور ٹائن بی شامل ہیں۔ بن نبی اپنے آپ کو اس طرزِ فکر اور طریقۂ کار کے جانشین سمجھتے ہیں۔ یہ مکتب فکر تاریخی تبدیلیوں کے نمونوں میں امتیاز قائم کرتا ہے اور گردشی طرز کی حیثیت سے ان نمونوں کی تصور سازی کرتا ہے۔ مؤرخین کی جانب سے پیش کردہ معلومات کی جانچ کے بعد مفکرین نے تاریخی تبدیلی کے آفاقی نمونوں کو تسلیم کیا ہے۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں پہلی مرتبہ تبدیلی کے قوانین اور نمونوں کے تعین کے لیے تاریخ کی تحقیق کی ہے۔ معاشرے کی نوعیت اور سماجی تبدیلی پر ان کی تحقیق ایک نئے شعبۂ علم کے فروغ کا سبب بن گئی، جسے وہ 'علم العمران' یعنی تہذیب کا علم کہتے تھے، جس میں مختلف نسلیں اور طریقۂ عمل تہذیب کی سمت کا تعین کرتے ہیں۔ ان کے مطابق 'عصبیہ' کا تصور ہی وہ قوت ہے، جو سلطنتوں اور مملکتوں کے عروج، پیش رفت اور انتشار میں تاریخی تبدیلی کو تحریک عطا کرتا ہے۔

ٹائن بی تاریخ عالم کو تہذیبوں کے ایک سلسلے کی حیثیت سے دیکھتا ہے اور تہذیبوں کو جدلیاتی چیلنج اور ان کے ردعمل اور عروج و زوال کے مراحل قرار دیتا ہے۔ اس نے تہذیب کی نوعیت کو مجموعی حیثیت سے یا تاریخی تبدیلی کے مطالعے کی ایک لازمی اکائی کی حیثیت سے سمجھنے پر زور دیا ہے۔ ابن خلدون کی طرح وہ بھی جبریت کا قائل تھا، جس نے یہ تصور پیش کیا کہ ہر تہذیبی عمل تہذیب کے انتشار یا زوال کے ساتھ ختم ہوگا۔

متعدد مفکرین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بن نبی اپنے افکار اور طریقۂ کار کے اعتبار سے ابن خلدون ثانی ہیں۔ تاریخ میں علیت اور تہذیبوں کی گردش کے دونوں تصورات نے بن نبی کی توجہ اپنی جانب مبذول کی۔ ان کا خیال تھا کہ گردشی حرکت کا تصور عروج کے شرائط اور زوال کے عوامل پر بحث کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ بن نبی نے سماجی و تاریخی تحقیق کی ایک لازمی اکائی کی حیثیت سے ابن خلدون کے نظریے کو بھی پیچھے چھوڑ دیا اور تاریخی تحقیق کی اکائی کے طور پر تہذیب کو استعمال کیا۔ ٹائن بی کی جانب سے تاریخی تجزیے کی اکائی کی حیثیت سے تہذیب کا استعمال، گردش کا نظریہ اور چیلنج اور ردعمل کی ترکیب نے بھی بن نبی کے طرز فکر کو متأثر کیا ہے۔

بن نبی نے اپنے دور کے سماجی واقعات کا تجزیہ کرنے اور تہذیبی عمل میں مذہب کے کردار پر بحث کرنے کے لیے سماجی علوم کے طریقۂ کار کا استعمال کیا ہے۔ بن نبی کے نزدیک مسلم نشأۃ ثانیہ کے آغاز کے لیے سماجیات اور نفسیات دونوں ضروری ہیں۔ وہ مذہب کو سماجی اقدار ترکیب دینے کے لیے ضروری اور تہذیب کے ایک حرکیاتی باہمی تعامل میں شامل ہونے کے لیے نہایت اہم سمجھتے ہیں۔ بن نبی کی نظر میں انسان تہذیب کا اولین وسیلہ ہے، جو تبدیلی کی ابتدا کرتا ہے۔ وہ تہذیب کے مطالعے کے لیے فلسفۂ تاریخ اور سماجی علوم کے دو غالب نمونوں، تین مکاتب فکر اور مختلف طرز ہائے فکر سے غیر مطمئن تھے۔

باب ہفتم

تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرز فکر کی بنیادیں: خارجی فکری پہلو

ماورائے نظریہ سازی طریقۂ کار کے چوتھے پہلو میں خارجی فکری عوامل شامل ہیں۔ یہ نظریے کے تجزیے کے لیے دوسرے شعبہ ہائے علوم کے استعمال ہونے والے افکار، آلات، تصورات اور نظریات کا متبادل ہیں۔ خارجی فکری پہلو اُن علوم اور تحقیقی میدانوں کے اثرات پر مرکوز ہوتا ہے، جو روایتی طور پر تہذیبی مطالعے سے خارج سمجھے جاتے ہیں۔ بن نبی کے ہاں اس خارجی فکری پہلو میں قرآن وسنت، عالم اسلام کے مذہبی اصلاحی افکار، نفسیات، طبیعی علوم، فلسفہ اور اُن دوسری فکری سرگرمیوں کے اثرات بھی شامل ہیں، جو تہذیبی مطالعے اور اس کے دو غالب روایتی نمونوں سے باہر ہیں۔

بن نبی نے جدید سائنسی دریافتوں اور سماجی علوم میں ہونے والی ترقیوں کو بنیاد بنا کر قرآن کی تفسیر پیش کی ہے۔ تاریخی تبدیلی کے گردشی نظریے کی تشریح میں بن نبی نے ارتقائے تاریخ کے دوران تہذیب کاری کے عمل میں مذہبی افکار کے کردار اور قرآنی اصول کی صداقت واضح کرنے کے لیے خود قرآن کے حوالے پیش کیے ہیں۔ انھوں نے اس امر کا جائزہ لیا کہ مذہب کیسے انسانی شخصیت کو تبدیل اور تہذیب کاری کے عمل کی رہنمائی کرتا ہے؟

بن نبی کے نظریے کی بنیاد قرآن کی یہ آیت ہے: ''بلاشبہ اللہ کبھی اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلے''۔ یہ انسان کی حیثیت کے تجزیے اور تاریخی تبدیلی وانسانی کیفیات کی تبدیلی میں انسانوں کی اصل حیثیت کو واضح کرتی ہے۔ بن نبی کا کہنا ہے کہ تہذیب کاری کے کسی بھی عمل کے آغاز کے لیے ضروری ہے کہ سماج اپنے ہر انسان کی حیثیت کو

اس کی فطری خام حالت سے ایک تربیت یافتہ فرد میں تبدیل کرے۔

قرآنی اصول ہمیں تاریخی تبدیلی اور اس عمل میں مذہب کے کردار کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں، جب کہ تاریخی تحقیقات ان قرآنی اصولوں کو ثابت کرنے اور تجرباتی شواہد فراہم کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ بن نبی نے تجدد پسند فکر یا لادینی تصور کی مخالفت کی، جس نے انسانی تہذیب کی صورت گری میں مذہب کے کسی فعال کردار کا انکار کیا ہے۔ انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن اور وحی الٰہی، جس کا ذکر تمام پیغمبروں کی تعلیمات میں موجود ہے، انسانی تہذیب کا ایک لازمی جزء رہے ہیں۔

عالم اسلام کی پس ماندگی کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے ہمیں قرآن میں بیان کردہ مستقل نمونوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، جن کی توضیح ابن خلدون نے تاریخی تبدیلی، آفاقی نمونوں اور قوانین تاریخ سے متعلق اپنے نظریات میں کی ہے۔ ماورائے نظریہ سازی طریقۂ کار کے پس منظر میں قرآن اور سنت وہ اہم خارجی فکری عوامل تھے، جنھوں نے تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرز فکر کو متاثر کیا ہے۔

عالم اسلام کی اصلاحی فکر نے اصلاح، تجدید اور احیا کی حکمت عملی کو اختیار کیا، جو اس تحریک کی بنیادی خصوصیات تھیں۔ یہ ایک نئے طرز فکر کا اظہار تھا، جس کا ظہور اٹھارہویں صدی کے وسط میں ہوا۔ ابن عبدالوہاب کی تحریک نے اسلام کے حقیقی اور بنیادی تصور جہاں کا احیا کرنے کی کوشش کی، جہاں توحید کا نظریہ تمام دوسرے حرکیاتی اصولوں کے لیے بنیاد کا کام کرتا تھا۔ عالم اسلام کے ایک اور اصلاحی مفکر جمال الدین افغانی، جو اسی اصلاحی طرزِ فکر کے حامل تھے، کا خیال تھا کہ کسی بھی احیا یا اصلاح کی کام یابی کے لیے اسلام کی خالص تعلیمات لازمی ہیں۔ بن نبی نے اپنے فکری پہلوؤں میں اس تحریک کے بنیادی تصورات کو اختیار کیا۔

الجزائر کے اصلاح پسندوں نے پس ماندگی کو ایک جامع تناظر میں نہیں دیکھا۔ ایک منظّم طرز فکر کے لیے بن نبی نفسیات کی جانب متوجہ ہوئے اور یہ جاننے کی کوشش کی کہ تہذیبی عمل کے مقصد کو حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی شخصیت میں تبدیلی اور ترقی کیسے کی جاسکتی ہے؟ وہ یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ مذہبی افکار کس طرح سماجی اقدار کی ترکیب میں شامل ہوتے ہیں اور

انسانی بصیرت کو مستحکم کرتے ہیں؟

بن نبی نے مذہب کے مقام اور کردار کے متعلق فرائڈ اور یونگ کے خیالات کی تصدیق کی اور پیاجے کی ارتقائی نفسیات کو اپنے نظریے میں شامل کیا۔ بن نبی نے لکھا کہ مذہبی فکر انسانی روح کو جبلی قانون سے آزاد کر کے روحانی قانون کے تابع بنا دیتی ہے۔ مذہب فرد کے طرز عمل کو اس کی اہم ترین قوتوں کی جانب لے جاتا ہے اور معاشرے کو مشترکہ کاموں کی انجام دہی کے قابل بناتا ہے۔ انسانی شخصیت کے داخلی پہلو کی تبدیلی اور فرد و جماعت کی اہم قوتوں کو تہذیبی عمل میں ایک مثبت کردار ادا کرنے کی جانب رہنمائی کے لیے مذہب کے نفسی زمانی کردار کو سمجھنے میں فرائڈ نے بن نبی کی مدد کی۔

جب مذہبی فکر تہذیبی عمل کی رہنمائی کرتی ہے تو وہ اپنا حرکیاتی کردار کھو دیتی ہے۔ معاشرے کا تہذیبی عمل انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنی اصل فکر یا بنیادی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگی سے کام نہیں کر پاتی۔ اگرچہ بن نبی نے مراحل کا تصور بنیادی طور پر ابن خلدون سے اخذ کیا ہے، لیکن انھوں نے معاشرے کی نفسیاتی پیش رفت کا تجزیہ کرنے کے لیے جدید ارتقائی نفسیات کا بھی اطلاق کیا ہے۔ پیاجے کے زیر اثر انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ فرد اور معاشرہ دونوں ہی ان ہی تین تاریخی مراحل سے گزرتے ہیں۔ اشیا کا دور، شخصیت کا دور اور افکار کا دور۔

تہذیب کے متعلق بن نبی کے طرز فکر کو متأثر کرنے والا چوتھا فکری پہلو فلسفہ ہے۔ ابن طفیل، ڈانیال ڈیفو، ابن رشد اور الغزالی کے افکار کے بہ شمول فلسفہ، ڈیکارٹسی فکر اور جدید مباحث ان کے خارجی ذرائع ہیں۔ ڈیکارٹس سے اخذ کردہ بن نبی کا سب سے اہم عنصر اس کا تجزیاتی طریقۂ کار ہے۔ انھوں نے تہذیب کے ساختیاتی عناصر اور تہذیبی عمل میں ان عناصر کی کارکردگی کا مطالعہ کرنے کے لیے دو مختلف لیکن باہم متصل تجزیاتی طرز ہائے کار کا اطلاق کیا ہے۔

بن نبی ان معدودے چند نظریہ سازوں میں سے ایک ہیں، جنھوں نے تہذیب کو ایک ہمہ جہت مظہر کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ ان کی خدمات کو ایک اہم تبدیلی اور روایتی انداز کے منتشر و متضاد نمونوں کا ایک متبادل قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایک نظام کی تشکیل کرنے والے اور بین العلومی طرز کے ایک نظریہ ساز کی حیثیت سے بن نبی کا مقام کافی اہم ہے۔

خارجی سماجی عوامل نے تہذیب کے مطالعے میں بن نبی کو اپنا نقطۂ آغاز متعین کرنے میں تعاون دیا۔ اپنے زمانے میں الجزائر اور عالم اسلام کی صورت حال کے متعلق ان کی تشویش نے انھیں اپنے طرزِ فکر کی تشکیل پر مجبور کیا تاکہ وہ اپنے سماج اور بحیثیت مجموعی امت مسلمہ کو درپیش مختلف مسائل کا مناسب حل تلاش کرسکیں۔ منہجی سطح پر بن نبی نے تاریخ دانوں کا طریقۂ کار اختیار کیا، جب کہ فکری وادراکی سطح پر انھوں نے تہذیب کے تین اہم پہلوؤں یعنی تاریخی، سماجی اور ثقافتی پہلوؤں پر غور کرنے کے لیے مختلف شعبہ ہائے علم سے اخذ کردہ اصولوں کو باہم مربوط کیا۔

خارجی فکری عوامل میں قرآن وسنت، عالم اسلام کے مذہبی اصلاحی افکار، نفسیات، طبیعی علوم، فلسفہ اور زیر مطالعہ میدان اور اس کے دو اہم روایتی نمونوں سے ماسوا فکری سرگرمیاں شامل ہیں۔

بن نبی نے تہذیب کے مطالعے کے لیے جو بین العلومی طرز تشکیل دیا تھا، اس پر مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے اور افکار، طرز ہائے فکر، نظریات اور تحقیق کے میدانوں کی تشکیل اور فروغ کے مطالعے کے لیے ماورائے نظریہ سازی طرز کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ اس کے ذریعے علم کی تخلیق اور نشو ونما کا جامع فہم حاصل کیا جاسکے۔

مصنفِ کتاب

بدران بن لاسین بطنہ یونی ورسٹی، الجزائر کے شعبۂ فلسفہ میں مطالعات تہذیب اور فلسفۂ تاریخ کے ایسوسی ایٹ پروفیسر اور کنگ فیصل یونی ورسٹی، الأحساء، سعودی عرب میں فیکلٹی آف آرٹس کے شعبۂ اسلامیات میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ وہ بن نبی کی تصانیف کے ماہر ہیں۔ بن نبی اور تہذیبی مطالعات پر ان کے کئی مقالات مختلف جرائد میں شائع ہو چکے ہیں اور الجزائر میں ہونے والی کانفرنسوں میں بھی انھوں نے اس موضوع پر مقالے پیش کیے ہیں۔

ویب سائٹ : http://drbadrane.com

❖❖❖

انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ کی مختصر کتابوں کا سلسلہ ادارے کی اہم اشاعتوں کا ایک قابل قدر مجموعہ ہے، جنھیں خلاصے کی شکل میں اس لیے تحریر کیا گیا ہے کہ قارئین کو اصل کتاب کے اہم مضامین کے بارے میں بنیادی واقفیت ہو جائے۔

معروف الجزائری مفکر اور عظیم مسلم دانش ور مالک بن نبی (۱۹۰۵-۱۹۷۳) نے مسلمانوں کے زوال اور مغربی تہذیب وثقافت کی کام یابی کے اسباب کا پتا لگانے کی وقیع کوشش کی ہے۔ ان کے مطابق اصل مسئلہ قرآن یا اسلامی عقیدے کا نہیں، بل کہ خود مسلمانوں کا ہے۔

اس تحقیق میں ماورائے نظریہ سازی طریقۂ کار کا استعمال کرتے ہوئے تہذیب سے متعلق بن نبی کے طرزِ فکر اور ان کے اخذ کردہ بنیادی اصولوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور بن نبی کے نظریے کے شاید ایک اور منفرد عنصر پر بھی مزید روشنی ڈالی گئی ہے، وہ یہ کہ تہذیبیں داخلی خارجی اور سماجی فکری عوامل پر روبہ عمل رہتی ہیں اور یہ کہ خود تہذیب کے لیے بھی ایک مساوات تشکیل دی جا سکتی ہے۔

یہ مساوات انسان + زمین + وقت = تہذیب ہے۔ بن نبی کے مطابق اس میں مذہب سب سے اہم عنصر تشکیل دیتا ہے۔ مصنف نے اس مساوات کی وضاحت کی ہے اور مسلمانوں کے زوال کو ختم کرنے کے حوالے سے اس کی اہمیت کا جائزہ لیا ہے۔ سب سے واضح بات جو سامنے آئی، وہ یہ ہے کہ بن نبی کی رائے میں کسی بھی تہذیبی عمل کی اصل مرکزی قوت انسان ہے اور اس کے بغیر دوسرے دو عناصر بے کار ہیں۔

نتیجے کے طور پر بن نبی کی یہ قطعی رائے ہے کہ جب تک مسلمان اپنی اخلاقی وروحانی حالت نہیں تبدیل کرتے، وہ سماج میں کوئی دوررس اور معنی خیز تبدیلی نہیں لا سکتے۔ یہی بات قرآن کی اس آیت میں کہی گئی ہے کہ "اللہ کبھی اس قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو نہیں بدلتی۔" (۱۳:۱۱)

Al-Ittehad Publications Pvt. Ltd

Al Ittehad Publication Pvt. Ltd.
B-35 (LGF), Nizamuddin West, New Delhi-110013
Ph.: +91-11-41827475, 24352732, 24352048
e-mail.: alittehad@gmail.com

978-93-80946-45-0
9 789380 946450